
ماہ نامہ
ہمدرد نونہال
اپریل ۲۰۲۰ء

مسلسل اشاعت کا ۶۷ واں سال
سن آغاز ۱۹۵۳ء

ماہ نامہ
ہمدرد نونہال

اپریل ۲۰۲۰ء
شعبان المعظم ۱۴۴۱ ہجری
شمارہ نمبر ۴ - جلد ۶۸

صدرِ مجلس
سعدیہ راشد

مدیر اعلا
محمد سلیم مغل

معاون مدیر
سلیم فرّخی

کمپوزنگ
محمد اکرم خان

۱۶ ویں منزل، بحریہ ٹاؤن ٹاور، طارق روڈ،
پی ای سی ایچ ایس بلاک ۲، کراچی۔
فون: 021-38244000, 38241611 Ext. 1611
ای میل: hfp@hamdardfoundation.org
ویب سائٹ: www.hamdardfoundation.org
ویب سائٹ ادارۂ سعید: www.hakimsaid.info
فیس بک پیج: /hamdardfoundationpakistan

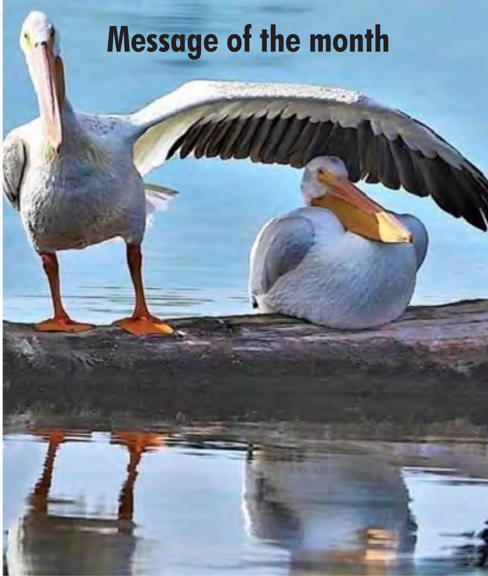
پبلشر سعدیہ راشد نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعات ہمدرد، ناظم آباد کراچی سے شائع کیا۔

نونہالانِ پاکستان کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے
ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کے زیرِ اہتمام شائع کیا گیا۔

به یاد

شہید پاکستان حکیم محمد سعید
بانی سرپرست

مسعود احمد برکاتی مرحوم
مدیر اوّل



قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ پر مبنی صفحات کا احترام ہم سب پر فرض ہے۔

قیمت خاص نمبر ۸۰ رُپے　　قیمت عام شمارہ ۵۰ رُپے
سالانہ (رجسٹری سے) ۸۰۰ رُپے　　سالانہ (عام ڈاک سے) ۶۰۰ رُپے
سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر) ۵۰۰ رُپے　　سالانہ (غیر ممالک سے) ۷۰ امریکی ڈالر

ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آئندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی۔ VPP بھیجنا ممکن نہ ہوگا۔

کتب و رسائل کی خریداری کے لیے: ہمدرد فاؤنڈیشن، الجید سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ رابطہ: 021-36610039



اس شمارے میں

کیا اور کہاں ؟

اپریل ۲۰۲۰ء








52 لیٹر بکس کا بھوت


73 سارس-گونگا پرندہ


77 یوم الارض اور گریٹا


81 ادھوری تعبیر

Press ad

Page 4

تحقیق پہلے کرلو

احمد حاطب صدیقی

حامد نے اِک نبی کا قصہ مجھے سنایا
پر بات تھی کچھ ایسی، مجھ کو یقیں نہ آیا
امی سے میں نے پوچھا، ابو سے میں نے پوچھا
دادا حضور کو بھی، سب واقعہ بتایا
اُستادِ محترم سے، حاصل کی رہنمائی
اپنے امام صاحب کا در بھی کھٹکھٹایا
پھر انبیاء کے قصوں والی کتاب دیکھی
لیکن کہیں بھی ایسا قصہ کوئی نہ پایا
سمجھایا میں نے جاکر، حامد کو اُس کے گھر پر
یوں مت سناؤ سب کو، قصہ سُنا سُنایا

جو واقعہ سناؤ ، تحقیق پہلے کرلو
یعنی صحیح، غلط، کی تصدیق پہلے کرلو





پہلی بات

سلیم مغل

وہ میری کلاس کا سب سے ذہین لڑکا تھا۔ حاضر دماغی اور حاضر جوابی میں کوئی اس کا ثانی نہ تھا۔ اس کے برجستہ جملوں پر دیر تک قہقہے گونجتے، اپنے ہم جماعت ساتھیوں کی جس ٹولی کے ساتھ وہ بیٹھتا، انہی کا لیڈر نظر آتا۔ سب اس سے بہت مرعوب تھے۔ اُسے نت نئی ترکیبیں سُوجھتیں اور وہ اپنے نرالے کاموں سے سب کو حیران کر دیتا۔ امتحان کا موسم آیا تو اس نے میرے سامنے درزی کو ایک بنیان دی۔ اس میں بارہ بارہ جیبوں کی تین قطاریں سِلوائیں۔ گویا بنیان میں ایک اُنگلی کی گنجائش والی چھتیس جیبیں تیار ہوگئیں۔ پھر ان جیبوں پر ایک سے ۳۶ تک کے نمبر لکھے اور ہر جیب میں باریک لفظوں سے لکھے ہوئے نوٹس ٹھونس دیے۔ امتحان میں نقل کے لیے تیار کیے جانے والے نوٹس کو اس زمانے میں ''کارتوس'' یا ''پھرّا'' کہا جاتا تھا۔ لیجیے امتحان کے پہلے پرچے کے لیے نقل جیکٹ تیار ہے۔ وہ اسے قمیص تلے پہنتا، پھر اس پہ ایک اور بنیان پہنتا، تاکہ کارتوس بھری جیبیں ایک دبیز کپڑے تلے دب کر نظر نہ آئیں۔ چھتیس جیبوں میں جو کچھ ٹھونسا گیا تھا اس کی فہرست وہ اپنے موزے میں چُھپا کے جاتا اور بڑی کامیابی سے نقل کرتا۔ امتحان دیتے ہوئے اس کی توجہ کا عالم دیکھنے والا ہوتا۔ وہ کبھی کبھی نگرانی کرنے والے اساتذہ میں سے کسی ایک کو بلاتا اور امتحانی پرچے میں درج کسی سوال کو ان سے پوچھ کر سمجھنے کی کوشش کرتا، جیسے وہ واقعی کچھ سمجھنا چاہ رہا ہو۔

ایک مرتبہ نگراں استاد کو کچھ شک ہوگیا تو انھوں نے آ کر اس سے وہ کاغذ لینا چاہا جس سے یہ نقل کر رہا تھا، مگر وہ سوری سوری کہتے ہوئے اپنا ہاتھ پیچھے لے گیا اور نہ جانے کس دم ''کارتوس'' ایک اور کاغذ سے تبدیل ہوگیا۔ وہ کاغذ بل آخر نگراں استاد نے اس سے چھین لیا مگر اس پر تو امتحان میں کامیابی کی کوئی دعا لکھی ہوئی تھی۔ استاد شرمندہ سے ہوگئے اور معذرت کرتے ہوئے واپس چلے گئے۔ امتحان ختم ہوئے، نتائج بھی آ گئے اور وہ پاس بھی ہوگیا، پاس تو ہم بھی ہوگئے۔ بس فرق تھا تو اتنا کہ وہ نقل کر کے پاس ہوا

تھا اور ہم بغیر نقل کیے بھی اس سے کچھ بہتر نتیجہ لے آئے تھے۔
اسکول کا دور ختم ہوا...... کالج اور کالج سے یونی ورسٹی۔ وقت گزرتا رہا۔ ماہ و سال کی گردش نے دہائیوں کے فاصلے یوں طے کر لیے کہ پتا بھی نہ چلا۔ ابھی کچھ عرصہ قبل عید کے موقع پر جب ہم کچھ پرانے دوست جمع ہوئے تو دیر تک اپنے اسکول کی باتیں کرتے رہے۔ دوست یاد آتے رہے، صفدر اب چونڈہ کا معروف ڈاکٹر ہے، علی ایئر فورس سے ریٹائر ہوا ہے اور دنیا بھر کو نفسیاتی امراض پر لیکچر دے رہا ہے۔ مبارک آخری خبریں آنے تک جاپان میں سفیر تھا۔ صادق، چین، افغانستان اور جانے کہاں کہاں سفارت کار رہا۔ ایک اور نے ادب میں نام بہت کمایا...... کلاس میں نسبتاً خاموش رہنے والے، مگر پڑھنے والے اور نظم و ضبط کی پابندی کرنے والے آج آسودہ ہیں، خوش ہیں۔ اپنے بچوں کے لیے اور شاید اس سے بڑھ کر اپنے ملک اور اس کے لوگوں کے لیے بہت کچھ کر رہے ہیں۔ اللہ ان کی زندگیوں کو یوں ہی با مقصد بنائے رکھے۔ آمین۔
اب آپ پوچھیے اس کا کیا بنا جو کارتوس فیکٹری بنانے کا ماہر تھا؟ جس نے نقل کرنے کے نئے طریقے دریافت کیے تھے اور جو برسوں تک سب کی آنکھ میں بڑی کام یابی سے دُھول جھونکتا رہا۔
آج وہ اپنے کسی غلط اور غیر قانونی کام کی وجہ سے مفرور ہے، اس کے اہلِ خانہ پریشان ہیں...... اور بھی بہت کچھ ہے عبرت حاصل کرنے کو...... اس کی سبق آموز کہانی سن کر آنکھیں بھیگ گئیں۔
کاش اس وقت کسی نے اس ذہین طالب علم کو مثبت اور منفی میں فرق کرنا سکھا دیا ہوتا اور یہ بتا دیا ہوتا کہ شارٹ کٹ کبھی بڑی کام یابی کی بنیاد نہیں بن سکتے۔ شاید اُسے کسی نے بھی نہیں بتایا کہ ''نقل'' بربادی کا راستہ ہے اور ''محنت'' کامیابی کا۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر کسی نے اسے یہ سب کچھ بتا دیا ہوتا اور یہ بات اُس کی سمجھ میں آ گئی ہوتی تو آج وہ اپنی جماعت کے طالب علموں سے بہت آگے ہوتا۔ طالب علموں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ محض ذہانت کام یابی کی کنجی نہیں، بڑی کامیابیوں کے لیے ذہانت اور دیانت کو ساتھ ساتھ چلنا ہوتا ہے۔ کاش! ہماری نگاہ میں دور تک دیکھنے کی صلاحیت پید ہو جائے۔



جاگو جگاؤ

نونہال دوست، شہید حکیم محمد سعید کی یاد رکھی جانے والی باتیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم نازل فرما کر انسان پر بہت بڑا احسان، بلکہ سب سے بڑا احسان کیا ہے۔ اس پاک کتاب کو سرکارِ دو عالم نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترے ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ ہوگئے۔ اس لمبے عرصے میں اس کا ایک حرف بھی نہیں بدلا، بلکہ اس کے ایک نقطے اور شوشے میں بھی فرق نہیں آیا۔ اسی طرح قرآن میں جو ہدایات ملتی ہیں اور جو تعلیم ہمیں دی گئی ہے، وہ بھی اتنی صدیاں بیت جانے کے باوجود آج تک اتنی ہی مفید، اتنی ہی کارآمد اور قابل عمل ہے، جتنی اس وقت تھی جب قرآن نازل ہوا تھا۔ اسی لیے اس کا پڑھنا آج بھی اتنا ہی مفید اور ضروری ہے، جتنا اس وقت تھا۔

قرآن کا پڑھنا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اس میں وہ راہ نمائی ملتی ہے جس کو سمجھنے اور جس پر عمل کرنے سے ہماری زندگی سدھرتی ہے۔ قرآن حکیم ایسا راہ نما ہے جس کی موجودگی میں ہمیں راہ نمائی اور ہدایات کے لیے کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

قرآن کا پہلا لفظ جو ہمارے پیارے نبیؐ پر اُترا وہ ہے ''اقرا'' جس کے معنی ہیں ''پڑھو''۔

اس لفظ سے ایک تو خود قرآن کا پڑھنا ہم پر فرض ہو جاتا ہے، دوسرے علم حاصل کرنا بھی ہمارے فرائض میں شامل ہو جاتا ہے۔

نونہالو! دل لگا کر قرآن پڑھو اور تعلیم بھی دل لگا کر حاصل کرو، کیوں کہ مسلمانوں کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے اور علم ہی دین اور دنیا والوں کی بھلائی اور فائدے کا ذریعہ ہے۔

(ہمدرد نونہال ستمبر ۱۹۹۷ء سے لیا گیا)



روزہ اور صحت

حکیم محمد سعید

روزہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہ ان عبادتوں میں سے ہے جو مسلمانوں سے پہلے والی اُمتوں پر بھی فرض تھیں۔ روزہ تمام پیغمبروں کی شریعت میں کسی نہ کس شکل میں موجود رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی روزے کو مسلمانوں پر فرض قرار دیتے ہوئے فرمایا: ''اے ایمان والو! روزہ تم پر اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔'' (البقرہ:۱۸۳)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ روزہ پچھلی اُمتوں پر بھی فرض تھا، وہاں یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ روزے کا مقصد انسان میں تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی ارشاد اور کوئی حکم، مصلحت، حکمت اور مقصد سے خالی نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ انسان اپنی کم علمی کی وجہ سے حکمت اور دانائی کی اس تہ تک نہ پہنچ سکے۔ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات میں پوشیدہ ہے۔



بہ ظاہر کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے کچھ وقت کے لیے پرہیز کرنے کو روزہ سمجھا جاتا ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے بھی سحر سے افطار تک ان چیزوں سے رکے رہنے کو روزہ کہا جاتا ہے، لیکن یہ چیزیں اصل مقصد نہیں ہیں، بلکہ ایک اعلا مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ قرآن حکیم نے ہمیں روزے کا مقصد بھی تقوا بتایا ہے جس کے لغوی معنی کسی چیز سے بچنے کے ہیں، لیکن تقوے کا دینی مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی تمام نفسانی خواہشات، جسمانی تقاضوں اور جذباتی عدم توازن سے اپنی حفاظت کرے اور ہر اس چیز سے بچے جو بُرائی کی تعریف میں آتی ہو۔ تقوے اور پرہیز گاری کے بغیر انسان میں وہ انسانیت پیدا نہیں ہوسکتی جو اسلام کا مقصد ہے۔ روزانہ جو چیزیں جائز ہوتی ہیں اور جن کاموں کی اجازت ہوتی ہے، روزے میں ان پر پابندی لگا کر نفس اور جسم دونوں کو تربیت دی جاتی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے، روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے۔''

روزہ ضبط نفس کا بہترین ذریعہ ہے۔ دوسری عبادتوں میں انسان کا عمل ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نماز ادا کر رہے ہیں، لیکن روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کی حقیقت صرف آپ کو معلوم ہوتی ہے۔ دن بھر کوئی شخص آپ کے ساتھ نہیں رہتا۔ آپ چھپ کر کھا بھی سکتے ہیں، پی بھی سکتے ہیں، لیکن آپ ایسا نہیں کرتے۔ بھوک پیاس آپ کو ستاتی ہے، لیکن آپ روزے میں کھانے پینے کو گناہ سمجھتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ چاہے کوئی انسان نہ دیکھ رہا ہو، لیکن میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے جس کے لیے میں نے روزہ رکھا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کے ہر عمل کا بدل ہے، لیکن روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں۔''

مسلمان ہر سال پورے ایک مہینے تک نفس اور جسم کی یہ تربیت حاصل کرتے ہیں اور نظم وضبط کی عادت ڈالتے ہیں۔ رمضان کے مبارک مہینے میں وقت کی پابندی کی بے مثال تربیت حاصل ہوتی ہے۔ تمام

حکیم، ڈاکٹر اور سائنس داں اس بات پر متفق ہیں کہ وقت مقررہ پر کھانا کھانا صحت کی ضمانت ہے۔ اس سے انسان کا جسمانی نظام جو طاقت اور فائدہ حاصل کرتا ہے وہ بے وقت کھانے سے ممکن نہیں۔

انسانی صحت کے لیے ماحول کی ہم آہنگی بھی ضروری ہے۔ رمضان المبارک میں ماحول کی یکسانیت اور فضا کی ہم آہنگی روزے داروں کو ایک دوسرے کے قریب کرتی ہے اور وہ اعتماد بخشتی ہے جو ذہن اور جسم دونوں کے فائدہ مند ہے۔ اس پورے مہینے میں نیکی، ہمدردی، تعاون، اور بھائی چارے کا ماحول انسان کو تحفظ کا احساس عطا کرتا ہے۔ غریب اور امیر کو ایک دوسرے کے جذبات سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی کا روزہ ہو تو اس کو چاہیے کہ نہ خواہش نفس کی کوئی بات کرے اور نہ شور وغل کرے۔ اگر کوئی اس سے بدکلامی کرے یا لڑے جھگڑے تو وہ اس سے کہہ دے کہ بھائی! میں روزے سے ہوں۔''

روزہ رَکھا تو جانا

احمد حاطب صدیقی

دروازہ گھر کا کھڑکا
باہر کھڑا تھا لڑکا
کہتا تھا مَیں ہوں بھوکا
مجھ کو کھلا دو کھانا
ہوتی ہے بھوک کیا شَے
روزہ رکھا تو جانا

مزدور ایک آیا
گرمی کا تھا ستایا
بولا ہُوں سخت پیاسا
پانی ذرا پلانا
ہوتی ہے پیاس کیا شَے
روزہ رکھا تو جانا

شربت، پکوڑے، چھولے
پھل، چاٹ اور سموسے
کیا کیا کھلایا رب نے
اُس کو نہ بھول جانا
نعمت ہے اُس کی، ہر شَے
روزہ رکھا تو جانا



شاعرِ مشرق

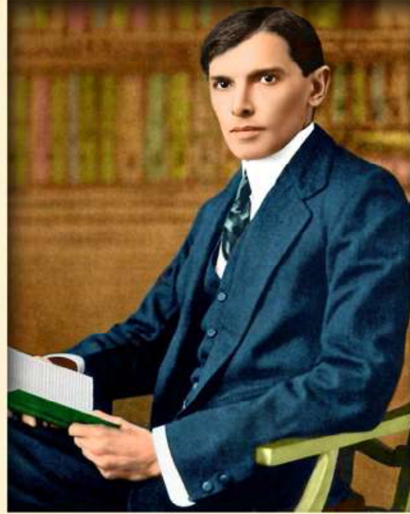
شمس القمر عاکفؔ

شاعرِ مشرق کی پیاری شاعری
کس قدر ہے پُر اثر یہ ساحری
راہِ منزل کی دکھاتی ہے ہمیں
خوابِ غفلت سے جگاتی ہے ہمیں
زندگی کی روشنی ہر شعر میں
اور اس پر نغمگی ہر شعر میں
دل کو فرحت دے، نظر کو تازگی
جو پڑھے، بیدا ہو اُس کی خودی
یہ اَثر میں صورتِ اکثیر ہے
اس میں شامل جذبۂ تعمیر ہے
روشنی اُمید کی اس میں ملے
جب پڑھو، دل کی کلی اس سے کھِلے
ولولہ اور جوش اس کی شان ہے
اس سے بڑھتا اس لیے ایمان ہے
اس میں جگ مگ دین کے انوار کی
ترجمان قرآن کے افکار کی
شاعری اقبال کی آؤ پڑھیں
زیست کی راہوں پہ آگے ہم بڑھیں



عظیم قائد

مطلوب الحسن سید

بمبئی میں ایک دفعہ قائداعظم کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ میں نے یہ سوچ کر کہ ملک میں اطلاع پاتے ہی لاکھوں ہاتھ ان کی صحت کی بحالی کے لیے اُٹھ جائیں گے، اخباروں کو اطلاع دینا چاہا، مگر ابھی میں ٹیلی فون پر یہ اطلاع کر ہی رہا تھا کہ قائداعظم نے مجھے بلایا اور پوچھا کہ بغیر ان کی اجازت کے ان کی بیماری کی خبر کیوں شائع کی جارہی ہے اور کہا کہ یہ بُری بات تو نہیں، مگر میں نہیں چاہتا کہ ہماری قوم کو فضول تشویش ہو۔ کتنا فرق تھا ان کے مزاج میں اور بعض دوسرے لیڈروں کے طور طریق میں۔ جب دوسروں کے متعلق چھوٹی بڑی، معمولی اور غیر معمولی خبریں شائع ہوتی تھیں تو وہ کہا کرتے تھے: ''یہ تو معیار سے گری ہوئی باتیں ہیں۔''

خوف نہیں احتیاط

درج ذیل ہدایات پر عمل کرنے سے کورونا وائرس سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔



اپنی احتیاط کا مطلب پورے خاندان کی حفاظت ہے۔



کورونا وائرس ہوا میں نہیں پھیلتا البتہ چیزوں پر ٹھہر کر پرورش پاتا ہے۔



صابن اور پانی سے ہاتھوں کا بار بار دھونا مفید ہے۔



یہ وائرس سخت گرمی برداشت نہیں کرسکتا، 26-27 ڈگری پہ مرجاتا ہے۔



کپڑوں پر 9 گھنٹے تک زندہ رہ سکتا ہے۔ کپڑے دھوپ میں دیر تک سکھائیں۔



ٹھنڈے پانی، آئسکریم، مشروبات اور ٹھنڈے کھانوں سے پرہیز کریں۔



گرم پانی پیئیں، گرم نمکین پانی سے غرارے کریں اور اپنے آپ کو دھوپ بھی لگوائیں۔



کورونا وائرس 400-500 مائیکرو قطر سائز کا ہوتا ہے لہذا کسی بھی ماسک سے نہیں گزر سکتا۔



10 منٹ تک ہاتھوں پہ زندہ رہ سکتا ہے اس لیے سینی ٹائزر استعمال کریں۔



تجربے اور دانائی کا حاصل، علم و حکمت کی باتیں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جس نے کسی کو دھوکا دیا، وہ ہم میں سے نہیں۔

اُمِ ابیہا شکیل احمد شیخ منصوری، سانگھڑ

حضرت عثمان غنیؓ

غیبت کرنے والا اپنے علاوہ غیبت سننے والے کو بھی گناہ گار کرتا ہے۔

حافظ سیف اللہ پشاوری، کراچی

عربی کہاوت

کتاب جیب میں رکھا ہوا ایک گلستان ہے۔

تسبیحہ شکیل احمد، سانگھڑ

عبرانی کہاوت

پاؤں پھسل جائے تو کوئی بات نہیں، مگر زبان کو نہ پھسلنے دو۔

مہک اکرم، لیاقت آباد

جبران خلیل جبران

دوستی کے رشتے کو ٹوٹنے نہ دو، کیوں کہ یہ دوبارہ نہیں جڑے گا اور اگر جڑا بھی تو گانٹھ ضرور پڑ جائے گی۔

عبدالرافع، کراچی

شہید حکیم محمد سعید

نعمتیں اُن ہی کو ملتی ہیں، جو نعمتوں کی قدر کرتے ہیں۔

مدیحہ ذکاء بھٹی، شیخوپورہ

واصف علی واصف

انسان جتنی محنت اپنی خامی چھپانے میں صرف کرتا ہے، اتنی ہی محنت سے اپنی خامی دور کی جا سکتی ہے۔

اُمیمہ شاہد، گولیمار

سقراط

یہ قدرت کا عام اُصول ہے کہ عقل مند لوگ، کم عقل لوگوں پر حکومت کرتے ہیں۔

اُمِ ہانی خرم، کورنگی

ایڈیسن

اگر تم امیر بننا چاہتے ہو تو اپنی فرصت کا وقت بے کار مت جانے دو۔

طیبہ ندیم، کراچی

جان سیلی

اپنی جیب کو پیسوں سے بھرنے کے بجائے اپنی الماری کو اچھی اچھی کتابوں سے بھرو۔

رخسار اکرم، غریب آباد

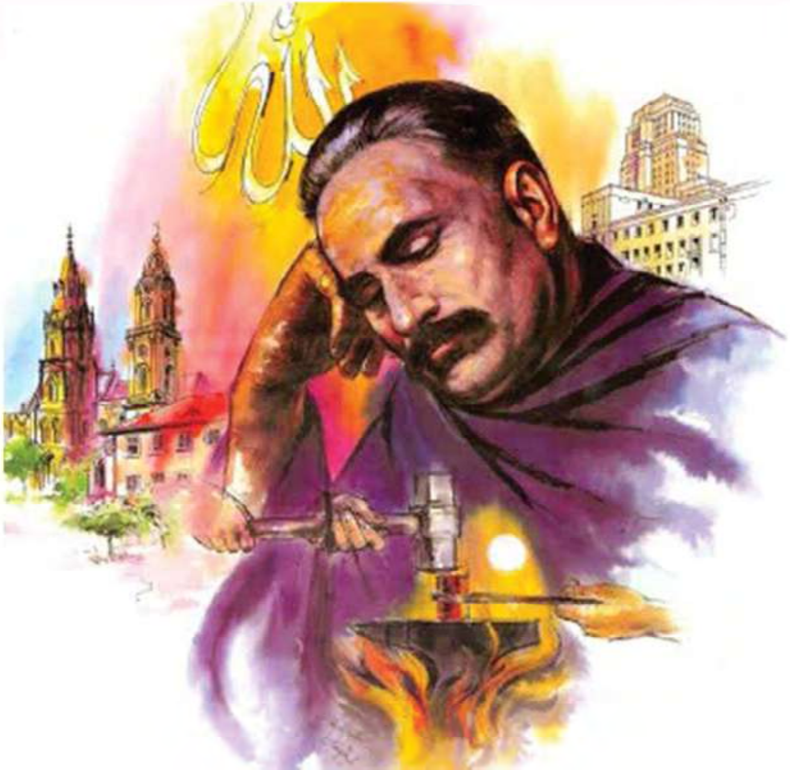
دلچسپ واقعات

علامہ اقبال

تحریم اصغر

علامہ اقبال قومی شاعر، مصور پاکستان، ایک مفکر اور فلسفی تھے۔ یہاں ان کی زندگی کے بے شمار واقعات میں سے چند پیش کیے جا رہے ہیں۔

☆ایک دفعہ راجا نریندر ناتھ نے علامہ اقبال کو دعوت پر مدعو کیا۔ علامہ اقبال جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ کمرے میں ہرن کی کھالیں بچھی ہوئی ہیں۔ علامہ اقبال ان سے بچ بچ کر گزرنے لگے۔



راجا نریندر ناتھ نے بڑی حیرت سے یہ منظر دیکھا اور وجہ دریافت کی تو علامہ اقبال نے فرمایا:
''ہرن کی کھال پر بیٹھنے اور چلنے پھرنے سے انسان کے اندر لاشعوری طور پر غرور پیدا ہو جاتا ہے۔''
یہ سن کر راجا صاحب اس قدر حیران اور متاثر ہوئے کہ کئی لمحے خاموش کھڑے علامہ اقبال کے چہرے کو تکتے رہے۔

☆1911ء کا واقعہ ہے کہ جب انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسے میں علامہ اقبال نے اپنی مشہور نظم ''شکوہ'' خاص انداز میں پڑھی۔ اس جلسے میں علامہ اقبال کے والد شیخ نور محمد بھی موجود تھے اور اپنے فرزند کے شاعرانہ کمال اور ہر دل عزیزی کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ علامہ اقبال جب نظم پڑھ چکے تو ان کے بڑے مداح اور قدر شناس خواجہ صفدر آگے بڑھے اور جوش مسرت سے اپنا قیمتی دوشالہ علامہ اقبال کے شانوں پر ڈال دیا۔

علامہ اقبال نے اسی وقت یہ قیمتی دوشالہ انجمن حمایت اسلام کے منتظمین کو دے دیا۔ اس کے بعد یہ یادگار اور متبرک دوشالہ مجمع میں نیلام کیا گیا۔ سب سے بڑی بولی سے حاصل شدہ رقم انجمن حمایت اسلام کو دے دی گئی۔

☆ایک دفعہ طلبہ کا ایک گروہ علامہ اقبال سے ملنے آیا اور انھوں نے ایک عجیب سوال کیا: ''آپ کو نوبل پرائز کیوں نہیں ملا؟''

طلبہ کا خیال تھا کہ جب دنیا کی بڑی بڑی شخصیات اور بنگالی شاعر رابندر ناتھ ٹیگور کو نوبل پرائز مل سکتا ہے تو پھر علامہ اقبال اس قدر ممتاز شخصیت ہونے کے باوجود اس عالمگیر ایوارڈ سے محروم کیوں ہیں؟
علامہ اقبال جو طلبہ کے ہر قسم کے سوالات خندہ پیشانی سے سن لیتے تھے۔ یہ سوال سن کر بھی مسکرائے اور فرمایا: ''اگر مجھے نوبل پرائز مل چکا ہوتا تو مجھ سے یہ سوال پوچھا جاتا کہ آپ نے کون سے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں جو آپ کو یہ انعام دیا گیا؟ لیکن نہ ملنے پر یہ سوال ہی پیدا نہیں

ہوتا۔‘‘اس مدلل جواب کے بعد بحث کی گنجائش ہی باقی نہ رہی۔

علامہ اقبال ایک دفعہ ٹرین سے لاہور جارہے تھے۔ اسی ڈبے میں ککے زئی خاندان کے ایک بزرگ کو یہ معلوم ہوا کہ شاعرِ مشرق ان کے ہمسفر ہیں تو خوشی اور حیرت ہوئی۔ علامہ اقبال نے بڑی گرم جوشی سے ان سے ہاتھ ملایا اور سگرٹ کی ڈبی پیش کی۔ بزرگ نے وہ سگرٹ لے کر سلگانے کے بجائے جیب میں رکھ لی۔ علامہ اقبال نے حیرت سے وجہ دریافت کی تو بزرگ نے کہا:’’یہ متبرک سگرٹ میرے خاندان میں یادگار کے طور پر محفوظ رہے گی۔‘‘

علامہ اقبال نے مسکراتے ہوئے دوسری سگرٹ پیش کی اور فرمایا:’’اچھا تو اس سے شوق فرمایئے۔‘‘ لیکن بزرگ نے سلگانے کے بجائے وہ بھی جیب میں رکھ لی۔ علامہ اقبال مسکرائے اور خاموش ہو گئے۔

☆ علامہ اقبال اور دکن کے مہاراجا سرکشن پرشاد کے درمیان پرخلوص مراسم تھے۔ ایک دفعہ علامہ اقبال حیدر آباد دکن تشریف لے گئے اور مہارجا کے ہاں قیام فرمایا۔ مہاراجا نے علامہ اقبال کی میزبانی اپنی حیثیت کے مطابق امیرانہ طرز پر کی۔

وہیں ایک صاحب پرانی وضع کا انگرکھا، مغلئ پاجامہ اور دوپلی ٹوپی پہنے یکے پہ سوار علامہ اقبال سے ملنے آئے۔ علیک سلیک کے بعد مصافحہ ہوا اور دورانِ گفتگو پتا چلا کہ وہ صاحب مغلیہ خاندان کے شہزادے ہیں اور کافی عرصے سے علامہ اقبال سے ملاقات کے خواہش مند تھے۔

انھوں نے علامہ اقبال سے کہا کہ آپ تو دکن کے وزیراعظم کے محل میں رہائش پذیر ہیں، میں غریب آدمی ہوں یہ آرام و آسائش نہیں لاسکتا، تاہم میری دلی تمنا یہ ہے کہ ایک وقت کا کھانا میرے گھر بھی تناول فرمالیں تو میرے لیے بڑی سعادت کا باعث ہوگا۔

علامہ اقبال نے دعوت قبول کر لی اور مقررہ وقت پر مغل شہزادے کے ہاں پہنچے۔ وہ صاحب اپنے دروازے پر تنہا علامہ اقبال کے استقبال کے لیے موجود تھے۔

ان کے خلوص اور محبت کا یہ عالم تھا کہ گویا واقعی علامہ اقبال کی راہوں میں آنکھیں بچھا دی ہوں۔ علامہ اقبال سواری سے اُترے تو مغل شہزادے نے ہاتھ تھام لیا اور انداز ے سے ذوق کا یہ مصرعہ پڑھا: ''دیکھا دم نزع دل آرام کو عید ہوئی۔''

یہ مصرعہ سن کر علامہ اقبال کو مغلیہ سلطنت کی شان وشوکت یاد آ گئی اور یہ سوچ کر کہ ان کا میزبان اسی خاندان کا ایک مفلس اور غریب شہزادہ ہے، ان پر رقعت طاری ہوگئی اور آنسو جاری ہو گئے۔

☆ایک دن علامہ اقبال حسبِ معمول بنیان پہنے اور تہبند باندھے گھر کے برآمدے میں بیٹھے ہوئے حقہ پی رہے تھے اور ساتھ ساتھ احباب سے تبادلہ خیال جاری تھا۔ممتاز حسن بھی اس محفل میں شریک تھے۔ جو بعد وزارت خزانہ کے سکریٹری اور نیشنل بینک آف پاکستان کے مینجنگ ڈائریکٹر رہے۔ دو قد آور فوجی جوان جو حلیے سے شمالی پنجاب کے باشندے معلوم ہوتے تھے۔ وہاں آئے اور بڑی خاموشی سے وہاں موجود خالی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک نے ممتاز حسن سے پوچھا: ''ترجمان حقیقت سرڈاکٹر علامہ اقبال بیرسٹرایٹ لاممبر، پنجاب قانون ساز کونسل کہاں ہیں؟''

ممتاز صاحب کو اس سوال پر بے اختیار ہنسی آ گئی۔ علامہ اقبال کے دوست اور اسلامیہ کالج کے پروفیسر محمد شفیع نے ان سے ہنسنے کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ صاحب ترجمان حقیقت سرڈاکٹر علامہ اقبال کی تلاش میں ہیں جو ان کو ابھی تک نہیں مل سکے۔

اس پر محمد شفیع صاحب نے ان نوجوانوں کی جانب دیکھا اور علامہ اقبال کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ یہ کون ہیں؟

اس پر محفل میں ایک قہقہہ بلند ہوا اور ان قہقہہ لگانے والوں میں خود علامہ اقبال بھی شامل تھے۔ اس قہقہے کے انداز سے وہ فوجی سمجھ گئے کہ ترجمان حقیقت علامہ اقبال وہی ہیں جو اس قدر قلندرانہ شان اور سادگی سے ان کے سامنے بیٹھے ہیں۔

☆ قیام پاکستان سے قبل ریاستوں کے حکمران بظاہر آزاد، لیکن اصل میں انگریزوں کے ماتحت تھے۔ ریاست کے وزیر اعظم کی تقرری وائسرائے ہند کے حکم سے ہوتی تھی۔ وہ جس کو چاہتے ریاست کا وزیر اعظم بنا دیتے۔ اس طرح نامزد ہونے والا وزیر اعظم بظاہر ریاست کے نواب کے ماتحت ہوتا، لیکن در پردہ ریاست کا تمام نظم و نسق وائسرائے ہند کے احکام کے مطابق چلتا تھا۔ یوں وزیر اعظم کے ہاتھ میں نواب ایک کٹھ پتلی بن جاتا تھا۔ ایک دفعہ ایک صاحب جو ریاست بہاول پور کے وزیر اعظم نامزد کیے گئے، ان کی نواب آف بہاول پور سے بالکل نہیں بنتی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی ضد تھے۔ پہلے تو نواب صاحب خود وائسرائے ہند کو شکایات سے بھر پور خط لکھتے رہے، لیکن شنوائی نہ ہوئی۔ نواب صاحب نے مجبور ہو کر علامہ اقبال کو خط لکھا اور اپنا وکیل بنانا چاہا جو اس وقت نامور بیرسٹر تھے۔

علامہ اقبال نے بطور بیرسٹر معاملہ کو جانچا اور پھر چار ہزار روپے فیس مقدمے کی طے کر کے ہامی بھر لی۔

چناچہ علامہ اقبال لاہور سے دہلی روانہ ہوئے اور اسٹیشن سے سیدھے وائسرائے ہند کے دفتر میں جا پہنچے اور سیکرٹری کو اپنا کارڈ دکھایا۔ سیکرٹری نے کہا کہ اُصول یہ ہے کہ آپ اپنا نام رجسٹر پر لکھ دیں اور میں یہ رجسٹر اندر بھیج دوں گا، جسے بلانا مقصود ہوتا ہے اسی کو بلایا جاتا ہے۔ لہٰذا آپ بھی کارڈ دینے کے بجائے نام لکھ دیں۔

علامہ اقبال نے کہا کہ اگر وائسرائے میرے کارڈ پر نہ ملنا چاہیں تو میں واپس چلا جاؤں گا، لیکن رجسٹر پر نام نہیں لکھوں گا۔ سیکریٹری مجبوراً کارڈ اندر لے کر گیا۔ وائسرئے نے ملنے کے لیے رضا مندی ظاہر کی اور علامہ اقبال سے آنے کا سبب دریافت کیا۔

علامہ اقبال نے بتایا کہ وہ ایڈوکیٹ کی حیثیت سے نواب آف بہاول پور کی جانب سے پیش ہوئے ہیں کہ ریاست کا وزیر اعظم آپ کے حکم سے وہاں تعینات ہوا ہے۔ نواب صاحب اور اس کے درمیان اختلافات ہیں، جس سے ریاستی امور تعطل کا شکار ہو رہے ہی۔ وائسرائے نے کہا کہ

یہ تعیناتی اُصول وضوابطہ کے مطابق ہوئی ہے اورنواب صاحب کو اسے پسند کرنا چاہیے۔
علامہ اقبال نے فرمایا کہ معاملہ بالکل معمولی ہے۔حکمران کی سیاست کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وائسرائے اور ریاست کے درمیان تعلقات خوشگوار ہوں، لیکن وزیراعظم کی دراندازی اور نا قبولیت کی وجہ سے اس عظیم مقصد کو نقصان پہنچے گا۔آپ کو اپنی پالیسی کی مرکزی قوت بحال رکھنے کے لیے ایسے نازک مسئلے پر وزیراعظم کی حمایت ترک کردینی چاہیے اور کوئی ایسا شخص متعین کرنا چاہیے جو نواب صاحب کو بھی پسند ہو اس سے حکومتی پالیسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، بلکہ آپ کے وقار میں اضافہ ہوگا۔آخر وائسرائے نے وزیراعظم کی تبدیلی کا وعدہ کرلیا۔
جب یہ بات طے ہوگئی تو وائسرائے نے کہا کہ آپ پرسوں میرے ساتھ ڈنر کریں۔علامہ اقبال نے کہا کہ مجھے تو آج لاہور جانا ہے۔وائسرے نے کہا کہ اچھا چلیں کل ہی سہی۔اقبال نے فرمایا کہ لیکن مجھے تو آج ہی جانا ہے کل تک نہیں ٹھہر سکتا۔(وائسرائے کے سامنے والیِ ریاست بھی بولنے کی جرات نہ کرتے تھے)۔وائسرائے نے کہا کہ میری خواہش تھی آپ کے ساتھ کھانا کھاتا ، مجھے اس سے خوشی ہوتی۔ علامہ اقبال نے فرمایا کہ اگر یہ خواہش ہے تو آج بھی پوری ہوسکتی ہے۔چناچہ اسی روز دوپہر کا کھانا وائسرائے کے ساتھ تناول فرمایا اور لاہور چلے آئے۔
علامہ اقبال کے خادم علی بخش کے سامنے علامہ اقبال کے ساتھ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کو وہ پوری عمر یاد کرتے رہے۔وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میری خدمات سے خوش ہوکر فرمایا کہ علی بخش بتاؤ میں تمھیں ایسا کیا دوں کہ تم خوش ہو جاؤ۔
میں نے کہا کہ اس رات آپ کے ساتھ جو معاملہ پیش آیا تھا اور میں نے اس کے بارے میں سوال کیا تھا۔علامہ اقبال نے فرمایا کہ میں تمھیں اس شرط پہ بتاتا ہوں کہ میری زندگی میں تم کسی کو نہیں بتاؤ گے۔
واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک رات نصف شب کے قریب علامہ اقبال بستر پر بے چینی اور اضطراب

سے کروٹیں بدل رہے تھے۔ اچانک اُٹھ کھڑے ہوئے اور گھر کے اس دروازے کی طرف گئے جو میکلوڈ روڈ کی طرف کھلتا ہے۔ میں (علی بخش) بھی پیچھے گیا۔ اتنے میں پاکیزہ اور خوب صورت لباس والے بزرگ اندر داخل ہوئے۔ آپ (علامہ اقبال) اُن کو اندر لے آئے اور اُن کو پلنگ پر بٹھا کر خود نیچے بیٹھ گئے اور ان کے پاؤں دبانے لگے۔ علامہ اقبال نے بزرگ سے پوچھا کہ آپ کے لیے کیا لاؤں؟

بزرگ نے کہا کہ دہی کی لسی بنا کر پلا دو۔

آپ نے مجھے بازار سے لسی لانے کا حکم دیا۔ میں حیران تھا کہ اس وقت لسی کہاں سے لاؤں؟ لیکن جیسے گھر سے باہر نکلا ایک بازار دکھائی دیا جو میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ بازار میں ایک لسی والے کی دکان نظر آئی۔ اُس کے پاس گیا تو اس نے جگ لے کر دھویا اور پھر لسی بنا کر دی۔ پیسے پوچھے تو کہا کہ علامہ صاحب سے ہمارا حساب کتاب چلتا رہتا ہے۔

میں واپس آیا اور جگ علامہ اقبال کو پیش کیا۔ انھوں نے ایک گلاس بھر کر بزرگ کو دیا۔ انھوں نے پی لیا پھر دوسرا پیش کیا۔ انھوں نے وہ بھی پی لیا اور جب تیسرا گلاس بھرا تو بزرگ نے کہا کہ خود پی لو۔ کچھ دیر بعد بزرگ اُٹھ کر چل دیے۔

علامہ اقبال بھی اُن کو دروازے تک پہنچانے گئے اور میں بھی اُن کے پیچھے گیا۔ وہ بزرگ گھر سے نکلنے کے کچھ دیر بعد اچانک غائب ہو گئے اور باہر وہ بازار بھی نہ تھا جہاں سے میں لسی لایا تھا۔

اُس وقت تو حضرت نے مجھے نہیں بتایا کہ کیا معما ہے، لیکن جب اُس روز میں نے دوبارہ پوچھا تو کہا کہ میں تمھیں بتاتا ہوں، لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ تم کم از کم میری زندگی میں کسی کو نہیں بتاؤ گے۔ پھر کہا کہ جو بزرگ گھر میں تشریف لائے تھے وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ تھے اور جنھوں نے لسی بنا کر دی وہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ تھے۔

غریب کا حوصلہ

ایک غریب آدمی نے ایک امیر مجرم کو پکڑ لیا مگر پھر کیا ہوا؟

طالب ہاشمی

دوسری صدی ہجری میں معن بن زائدہ شیبانی ایک مشہور امیر گزرا ہے۔ وہ بڑا بہادر اور دریا دل آدمی تھا۔ سارے عرب میں اس کی سخاوت کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ عباسی خلیفہ ابو جعفر اس سے سخت ناراض ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ معن بن زائدہ کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

معن بن زائدہ کو خلیفہ کے حکم کی خبر ملی تو وہ کسی جگہ چھپ گیا، لیکن ہر وقت یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ خلیفہ کے آدمی کسی نہ کسی دن اسے ڈھونڈ ضرور لیں گے۔ آخر ایک دن اس نے بھیس بدلا اور ایک



اونٹ پر سوار ہو کر بغداد سے نکل کھڑا ہوا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ ایک سیاہ رنگ کے آدمی نے یکا یک ایک طرف سے نکل کر اس کے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور اونٹ کو بٹھا دیا۔ پھر اس نے معن بن زائدہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: ''میرے ساتھ چلو۔''

معن نے کہا: ''تم ہو کون اور یہ کیا حرکت ہے؟''

اس نے کہا: ''میں تو جو ہوں سو ہوں، لیکن تو ضرور معن بن زائدہ ہے، جس کی امیر المومنین کو تلاش ہے اور جس کو گرفتار کرنے والے کو امیر المومنین نے بہت بڑا انعام دینے کا اعلان کیا ہے۔''

معن نے کہا: ''بھئی تمھیں غلط فہمی ہو گئی ہے۔ میرا معن بن زائدہ سے کیا تعلق؟''

سیاہ فام آدمی نے کہا: ''تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ اللہ کی قسم! میں تمھیں اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ انعام کے لالچ میں اور لوگ بھی یہاں پہنچ جائیں، میرے ساتھ چل پڑو۔''

معن نے جب دیکھا کہ وہ شخص اس کو جانتا ہے اور کسی طرح اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا تو اس نے اپنی جیب سے ہیروں کا ایک ہار نکالا اور اس کے ہاتھ میں دے کر کہا: ''بھائی! اس ہار میں بڑے قیمتی ہیرے ہیں۔ ان کی قیمت اس انعام سے کہیں زیادہ ہے جو خلیفہ نے میرے گرفتار کرنے والے کے لیے مقرر کیا ہے۔ تم یہ ہار لے لو اور میری جان کے دشمن نہ بنو۔''

وہ شخص ہار کو کچھ دیر دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا: ''واقعی یہ ہار بہت قیمتی ہے۔ اسے لے کر تمھیں چھوڑنے کا فیصلہ میں اسی وقت کروں گا جب تم میرے ایک سوال کا جواب سچ سچ دو گے۔''

معن نے کہا: ''کیا سوال ہے تمھارا؟''

اس نے کہا: ''تمھاری سخاوت اور دریا دلی کی سارے عرب میں دھوم مچی ہوئی ہے۔ یہ بتاؤ کہ کیا کبھی تم نے اپنی ساری دولت بھی کسی کو بخشی ہے؟''

معن: ''نہیں۔''

سیاہ فام آدمی: ''اچھا آدھی؟''
معن: ''وہ بھی نہیں۔''
سیاہ فام آدمی: ''اچھا ایک تہائی؟''
معن: ''ایک تہائی بھی نہیں۔''
سیاہ فام آدمی: ''اچھا دسواں حصہ؟''
معن: ''ہاں، اس کا اتفاق شاید کبھی ہوا ہو۔''
اب اس شخص نے مسکرا کر کہا: ''یہ تو کوئی بڑی بات نہ ہوئی۔ میں امیر المومنین منصور کی سرکار میں صرف بیس درہم ماہوار پر ملازم ہوں۔ یہ ہار جو تم مجھے دے رہے ہو، لاکھوں درہم قیمت کا ہے۔ یہ میں تمھیں بخشتا ہوں، تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ سخاوت کس چیز کا نام ہے اور تم سے بھی بڑے سخی اس دنیا میں موجود ہیں۔''
یہ کہہ کر اس نے ہار معن بن زائدہ کی طرف پھینک دیا اور اونٹ کی مہار چھوڑ کر وہاں سے چل دیا۔
معن نے اس کو آواز دے کر کہا: ''اے جوان! جس طرح تم نے مجھے شرمندہ کیا ہے، اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔ یہ ہار لے جاؤ میں نے خوشی سے تمھیں دیا ہے۔''
یہ سن کر خلیفہ کا وہ غریب ملازم ہنسا اور کہنے لگا: ''تم چاہتے ہو کہ اپنے آپ کو مجھ سے بڑھ کر سخی ثابت کرو۔ اللہ کی قسم! یہ کبھی نہ ہوگا۔ یہ ہار میں نے تمھیں بخشا۔ اب میرے لیے اس کو چھونا بھی حرام ہے۔'' یہ کہہ کر وہ تیزی سے شہر کی جانب چلا گیا۔
معن بن زائدہ کا اپنا بیان ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں اتنے بڑے حوصلے والا کوئی غریب آدمی نہیں دیکھا۔

بلائے ناگہانی

اس شہر پر آسمانی قہر کیوں نازل ہوا تھا۔ سنسنی خیز کہانی

ثمینہ پروین

دن خاصا روشن تھا، لیکن ان کے ذہنوں میں ایک انجانے خوف کی سی کیفیت طاری تھی ۔ ہر ایک اپنی جگہ خوف کا شکار تھا۔ وہ سورج کی روشنی میں پیٹ کی خاطر باہر نکلے تھے۔ ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جو ایک دوسرے سے اپنے خوف اور ذہنی اُلجھن کی شکایت نہ کر رہا ہو۔ پچھلی تباہ کاری سے بچنے والے جب کبھی اس الم ناک حادثے کو یاد کرتے ہیں تو سر سے پاؤں تک لرز کر رہ جاتے ہیں ۔آج کل بھی ان کے پاس آپس میں بات چیت کرنے کا یہی ایک موضوع رہ گیا تھا۔

وہ اس دن کو کس طرح بھول سکتے ہیں، جب اُفق سے سیاہ بادل اُٹھے اور دیکھتے ہی دیکھتے چاروں



طرف پھیل گئے ۔ پھر اچانک ہی بارش شروع ہوگئی ،لیکن یہ بارش بڑی عجیب وغریب تھی ۔ پانی کی جگہ کالے رنگ کا پوڈر برس رہا تھا۔ یہ پوڈر انتہائی زہریلا تھا۔اس مہلک پوڈر نے جس کو چھولیا، وہ فوراً ہی مر گیا۔اس پوڈر نے اس ناقابل یقین آفت ڈھائی تھی ۔کھلی فضا میں جو بھی موجود تھا پوڈر کے اثر سے فوراً ختم ہوگیا۔چاہے کوئی چل پھر رہا ہو یا کہیں کھڑا ہو یا آپس میں باتیں کر رہا ہو، جو جہاں تھا وہ وہیں دنیا سے گزر گیا۔اس طرح وہ سب ہزاروں کی تعداد میں ہلاک ہوئے تھے ۔

اس پوڈر کا زہریلا اثر صرف کھلی جگہ تک ہی محدود نہیں تھا ۔آہستہ آہستہ وہ گھروں میں بھی داخل ہونا شروع ہو گیا تھا اور گھروں کے اندر پناہ لینے والوں کو بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا ۔ چند گھنٹوں کے اندر تقریباً سارے شہر کا صفایا ہو چکا تھا۔صرف ان کی زندگی بچ سکی تھی جو اس سانحہ کے وقت اس شہر سے باہر گئے ہوئے تھے یا گہرے تہہ خانوں میں چھپ گئے تھے ۔

بعد میں یہ بات ثابت ہوگئی تھی کہ ساری دہشت گردی ظالم انسانوں کی جنونی کارروائی تھی ۔ یہ لوگ اپنی زندگی کی خاطر دوسروں کی جان لینے میں ذرا بھی نہیں ہچکچاتے ۔

پھر ایک روز ایسا خوف ناک زلزلہ آیا جس کی زد میں آ کر شہر کے تمام رہائشی علاقے تباہ ہو گئے ۔شاید ہی کوئی مکان ٹوٹ پھوٹ سے بچ سکا ہو ۔اس تباہ کن زلزلے سے بچنے والے بھی کم ہی تھے ۔شہر میں ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا گیا تھا ۔

ایک دن پھر اچانک بادل اُٹھے ۔اس مرتبہ بادل کالے نہیں تھے، بلکہ سفید رنگ کے تھے ۔اس باران بادلوں سے پوڈر کے بجائے پانی ہی برسا تھا، لیکن یہ پانی اُبلتا ہوا تھا ۔اس کی کھولن نا قابل برداشت تھی ۔ یہ سب اس قدر اچانک ہوا تھا کہ وہ بھاگ کر اپنے گھروں تک بھی نہیں پہنچ سکے ۔ بہت سے تو کھولتے ہوئے پانی کے سیلاب میں بہہ گئے ۔ جو بہنے سے بچ گئے وہ جھلس کر مر گئے ۔کسی نہ کسی طرح زندہ بچ جانے والے ان ہیبت ناک تباہ کاریوں کو کبھی نہ بھلا سکتے ۔

ان مسلسل تباہ کاریوں سے بچنے کے لیے سنجیدگی سے کوششیں کی جانے لگیں۔ اعلا سطح پر بڑے بڑے اجلاس ہوئے۔ مشاورتی کونسل نے بہت سے نئے منصوبے پیش کیے۔ منصوبوں کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا اور قابل عمل منصوبے پر فوراً ہی کام کرنے کے لیے احکام جاری کر دیے گئے۔ احتیاط کے طور پر بہت سے امدادی ٹیمیں تیار کر لی گئی تھیں جنھیں ہر وقت چوکس رہنے کی خاص ہدایت تھی۔

احکامات ملتے ہی ہر کارکن اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ ہر ایک کو اس کا کام اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا۔ نئے تہہ خانے کھود لیے گئے تھے۔ نئی سرنگوں کی تعمیر نہایت توجہ سے کی گئی تھی۔ زلزلے سے بچ جانے والی جگہوں کی اچھی طرح جانچ پڑتال کی گئی تھی۔ غذائی صورت حال کا بھی جائزہ لیا گیا۔ ایک بڑے مرکزی غذائی گودام کے بجائے شہر بھر میں جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے اسٹوروں میں خوراک ذخیرہ کی جانے لگی۔ کام چور اور کاہل بھی خوف اور دہشت کی وجہ سے بڑے انہماک اور ولولے سے اپنی اپنی ذمے داریاں پوری کر رہے تھے۔

وہ سب پورے دن حفاظتی انتظامات میں لگے رہتے اور شام ہوتے ہی اپنی اپنی پناہ گاہوں میں پہنچ جاتے۔ صرف ایمرجنسی اسکواڈ مختلف راستوں پر گشت کرتا رہتا۔ چند ایک کی ڈیوٹی ایسے بلند مقامات پر لگائی گئی تھی جہاں سے وہ آنے والے خطرے کو دیکھ کر فوراً اطلاع پہنچانے کے لیے پوری طرح چوکس تھے۔ ان تمام انتظامات کے باوجود وہ ایک انجانے خوف کا شکار تھے۔ نہ معلوم کیوں انھیں یقین تھا کہ ایک بہت بڑا طوفان پھر آنے والا ہے اور اس مرتبہ شاید کوئی بھی زندہ نہ بچ سکے۔ ان کے جسم پوری طرح تھک چکے تھے اور ذہنی طور پر بھی وہ سخت مایوسی کا شکار تھے۔ بہت سوں نے تو یہ جگہ چھوڑنے کا فیصلہ بھی کر لیا تھا۔

آخر وہ دن بھی آ گیا جب اچانک گرمی میں اضافہ ہو گیا۔ پھر اطلاع آئی کہ افق سے بادل اُٹھ رہے ہیں۔ سب پناہ گاہوں میں چھپ جائیں۔ ابھی وہ اپنے ٹھکانوں تک نہ پہنچ پائے تھے کہ بارش شروع

ہوگئی۔ اس مرتبہ بھی کھولتا ہوا پانی برسا تھا۔ یہ پانی پہلے سے زیادہ گرم تھا اور اس کا بہاؤ بھی بہت تیز تھا۔ پناہ گاہوں تک پہنچ جانے والے خوش تھے کہ اس بار پانی ان تک نہیں پہنچ سکے گا۔ انھوں نے گزشتہ تجربوں سے سبق لے کر اپنے ٹھکانے بہت ہی مضبوط بنائے تھے۔ اب وہ بہت مطمئن تھے، لیکن آخر ان کا یہ اطمینان غلط ثابت ہوا۔ بارش کے پانی نے سیلاب کی سی شکل اختیار کر لی تھی۔ گھروں کی دیواریں سیلاب کے پانی کا بوجھ نہ سہار سکیں اور ایک ایک کر کے گرتی چلی گئیں۔ تہہ خانوں کی چھتیں بیٹھ گئیں۔ ہر ایک اپنی جان بچانے کی فکر میں تھا، لیکن ان کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اور وہاں چھپے ہوئے تمام جان دار تیز گرم پانی اور ملبے میں دب کر ہلاک ہو گئے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ آسمانی قہر کبھی ختم نہ ہوگا۔ آہستہ آہستہ پورا شہر کھنڈرات میں تبدیل ہونے لگا۔ غذائی اشیا کے ساتھ ان کے مردہ جسم بھی پانی کے ریلے بہہ گئے۔ پتھروں سے ٹکرانے کی وجہ سے ان کے جسمانی اعضا ٹوٹ کر بکھر گئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں پورا شہر قبرستان میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس بار تو کوئی بھی زندہ نہ بچ سکا تھا۔

......☆......

مرزا خاقان اپنے گھر کے دروازے کے پاس سیڑھیوں پر جھکے ہوئے تھے جہاں کچی زمین پر پتھروں کے درمیان کچھ سوراخ نظر آ رہے تھے۔ ان کی بیگم بھی پاس ہی کھڑی تھیں۔ وہ کھولتے ہوئے پانی کی کیتلی کا آخری قطرہ بھی اس سوراخ میں اُنڈیل چکے تھے۔ وہ بولے: ''اب صورت حال کچھ بہتر نظر آ رہی ہے۔''

ان کی بیگم نے کہا: ''ہاں، ہم نے ہر ترکیب آزما کر دیکھ لی۔ وہ سیاہ پوڈر اتنا کارآمد ثابت نہیں ہوا تھا جس کے بارے میں دکان دار نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ بہت تیز اثر ہے۔''

مرزا نے کہا: یہ طریقہ ٹھیک رہا۔ چیونٹیوں سے نجات حاصل کرنے کی اس سے بہتر ترکیب کوئی نہیں ہے۔



تو پھر بنایئے

ایک لائبریری اپنے گھر میں



شہید پاکستان حکیم محمد سعید کا دیرینہ خواب کہ ''ہر نونہال اپنے گھر میں ایک لائبریری قائم کرے اور اپنے دوست احباب اور اہل محلّہ کو کتاب پڑھنے کی ترغیب دے۔'' ہمدرد فاؤنڈیشن کی طرف سے اس خواب کو تعبیر دینے کی خاطر آگے بڑھ کر آپ کو ایک علمی پیشکش کی جا رہی ہے۔ ادارۂ ہمدرد کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتب جن کی قیمت پہلے ہی بہت کم ہے اُسے مزید غیر معمولی رعایت کے ساتھ آپ سب کے لیے پیش کر رہا ہے۔ ۵۰ فی صد رعایت مع ڈاک خرچ کے ساتھ ایک ہی وقت میں تمام کتب کی خریداری لازمی ہے۔

نمبر شمار	نام کتب	قیمت	نمبر شمار	نام کتب	قیمت
1	سب سے بڑے انسان چھوٹا سائز اردو	50/-	6	نقوش سیرت مکمل (اردو)	150/-
2	سب سے بڑے انسان (پشتو ترجمہ)	7/-	7	نقوش سیرت۔ اول (سندھی)	8/-
3	سب سے بڑے انسان (سندھی ترجمہ)	4/-	8	نقوش سیرت۔ دوئم (سندھی)	8/-
4	امت کی مائیں	40/-	9	نقوش سیرت۔ سوئم (سندھی)	8/-
5	قرآنی کہانی۔ حضرت یوسفؑ	30/-	10	نقوش سیرت۔ چہارم (سندھی)	8/-

نمبرشمار	نام کتب	قیمت	نمبرشمار	نام کتب	قیمت
11	نقوش سیرت۔پنجم (سندھی)	8/-	31	ہزاروں خواہشیں	60/-
12	نونہال دینیات (اول)	35/-	32	الفارابی	45/-
13	نونہال دینیات (دوئم)	20/-	33	الادریسی	42/-
14	نونہال دینیات (سوئم)	20/-	34	الطّوسی	35/-
15	نونہال دینیات (چہارم)	20/-	35	البیطار	50/-
16	نونہال دینیات (پنجم)	25/-	36	البیرونی	40/-
17	نونہال دینیات (ششم)	25/-	37	الوزان	45/-
18	نونہال دینیات (ہفتم)	20/-	38	القزوینی	40/-
19	نونہال دینیات (ہشتم)	20/-	39	ابن خلدون	40/-
20	خوب سیرت مکمل	75/-	40	الخوارزمی	35/-
21	رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں	45/-	41	ابن یونس	40/-
22	اعضا بولتے ہیں	120/-	42	جابر بن حیان	40/-
23	عبدالرزاق پہلوان	25/-	43	آپس کی باتیں	80/-
24	قصہ گھڑی کی سوئی کا	25/-	44	ایک طوفانی رات	120/-
25	قاعدہ صحت رنگین اردو	100/-	45	احسان کا بدلہ	20/-
26	Peace Primer	75/-	46	سفید ہاتھی	20/-
27	انگلش doostan no.1	20/-	47	چہکار	20/-
28	انگلش doostan no.2	20/-	48	چوتھا چور	20/-
29	انگلش doostan no.3	20/-	49	کھجور کا باغ	20/-
30	انگلش doostan no.4	20/-	50	وہ درخت	20/-

نمبر شمار	نام کتب	قیمت	نمبر شمار	نام کتب	قیمت
51	بچوں کے حکیم محمد سعید	80/-	69	کتاب دوستاں (اردو)	50/-
52	برونٹے سسٹرز	45/-	70	کھلونا نگر	25/-
53	بالیدگی فکر	35/-	71	کمپیوٹر کیا ہے (سندھی)	25/-
54	دو مسافر دو ملک	100/-	72	کہاوتیں اور ان کی کہانیاں	40/-
55	ٹامس ہارڈی	45/-	73	گھنٹی	12/-
56	جوہر قابل	65/-	74	ہمدرد سائنس انسائکلو پیڈیا نمبر 1	300/-
57	چالاک خرگوش کی واپسی	100/-	75	ہمدرد سائنس انسائکلو پیڈیا نمبر 2	300/-
58	چور اور درویش	20/-	76	ہمدرد سائنس انسائکلو پیڈیا نمبر 3	300/-
59	چارلس ڈکنز	45/-	77	ہمدرد سائنس انسائکلو پیڈیا نمبر 4	300/-
60	حکیم عبدالحمید	40/-	78	ہمدرد سائنس انسائکلو پیڈیا نمبر 5	150/-
61	ولیم شیکسپیر	25/-	79	ہمدرد سائنس انسائکلو پیڈیا نمبر 6	150/-
62	ولیم ورڈزورتھ	35/-	80	ہمدرد سائنس انسائکلو پیڈیا نمبر 7	500/-
63	ننھا سراغ رساں	80/-	81	ہمدرد سائنس انسائکلو پیڈیا نمبر 8	500/-
64	رڈیارڈ کپلنگ	45/-			
65	سینگ کی تلاش	25/-			
66	سچا وعدہ	12/-			
67	سعید سپون (سندھی)	80/-			
68	سیموئل ٹیلر کولرج	35/-			

کل کتب 81

کل قیمت مع ڈاک خرچ -/7000

رعایتی قیمت صرف -/3500 روپے

مطلوبہ کتب کے نام علیحدہ کاغذ پر لکھیے، ان کی کل قیمت سے ۵۰ فی صد منہا کیجیے اور کتابوں کی قیمت منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کی شکل میں ہمیں اس پتے پر بھجوا دیجیے۔

ہمدرد فاؤنڈیشن: ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔



شین شرارت

طنز و مزاح کے اس سلسلے میں لطائف، مزاحیہ واقعات،
مزاحیہ اشعار، دلچسپ کارٹون یا تصاویر بھی بھجوائی جاسکتی ہیں

ایک آدمی خودکشی کے خلاف تقریر کر رہا تھا: ''خودکشی حرام ہے، ظلم ہے، گناہ ہے، بزدلی ہے، پاگل پن ہے، ایسی حرام موت مرنے سے بہتر ہے انسان اپنے آپ کو گولی مار لے۔''

سیدہ ماہم، شاہ فیصل کالونی



بیوی نے صبح ناشتے کے وقت شوہر سے پوچھا: ''انڈا بنادوں آپ کو؟''

شوہر: ''نہیں میں انسان ہی ٹھیک ہوں۔''

اُمِ ابیہا شکیل احمد منصوری، سانگھڑ

کیمسٹری کے پروفیسر کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہوگیا۔ بیوی رونے لگی۔

پروفیسر بولے: ''مجھ پر تمھارے رونے کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ یہ آنسو ہیں کیا چیز؟ کسی قدر فاسفورس سالٹ، ذرا سا سوڈیم کلورائڈ اور باقی پانی۔''

لیاقت جان، کوئٹہ







ایک بہت بڑی کمپنی کے کنجوس مالک نے اپنے قابل اور محنتی ماتحت سے ایک روز خوش ہو کر پوچھا: ''اگلے ماہ میں حج پر جا رہا ہوں بتاؤ تمھارے لیے کیا دعا مانگوں؟''

ماتحت بولا: ''بس یہی دعا کیجیے گا کہ مجھے کوئی اچھی نوکری مل جائے۔''

محمد عدیل حسنین، جھنگ صدر

ایک شخص اپنے بیٹوں کو نصیحت کر رہا تھا: ''بیٹا! کچھ بھی کھالینا۔ انڈا ہرگز نہ کھانا۔''

بیٹے نے حیران ہو کر پوچھا: ''کیوں ابا جان؟''

''کل میں بازار سے گزر رہا تھا۔ تو دیکھا راستے میں دو مرغیاں لڑلڑ کر لہولہان ہو گئیں۔ غور کرو، انڈے دینے والیوں کا جب یہ حال تو کھانے والوں کا کیا حال ہوگا؟''

خرم خان، نارتھ کراچی

ایک صاحب اپنے بچے کو صبح سویرے اُٹھنے کے فائدے بتا رہے تھے کہنے لگے: ''تم نے دیکھا نہیں کہ جو پرندہ سب سے پہلے جاگتا ہے، اسے سب سے زیادہ کیڑے مکوڑے کھانے کو ملتے ہیں۔''

بچہ بولا: ''ابا جی! آپ نے کبھی سب سے پہلے جاگنے والے کیرے مکوڑوں کی قسمت پر غور کیا؟''

ماہ نور طاہر، گلشن اقبال

ایک صاحب مرنے کے قریب تھے۔ انھوں نے اپنی وصیت لکھوانی شروع کی: ''یہ میرا گھر طارق بیٹے کے لیے ہے۔''

اُن کی بیوی بولیں: ''طارق بہت فضول خرچ ہے۔ وہ اس گھر کو بیچ دے گا۔ یہ تم ذاکر کو دے دو۔''

''اچھا ذاکر بیٹے کو ہی سہی اور میرا کارخانہ وسیم بیٹے کے لیے ہے۔''

''بیوی نے فوراً ٹوکا: ''نہیں، نہیں وسیم کو نہیں نسیم کو دے دو۔ وسیم کو کاروبار سے کوئی دل چسپی نہیں۔ وہ کارخانے کو بالکل تباہ کر دے گا۔''

''مرنے والے نے کہا: ''اچھا یوں ہی سہی، مگر میرا باغ فرزانہ کے لیے ہے۔''

بیوی نے کہا: ''فرزانہ بڑے گھر میں بیاہی گئی ہے۔ یہ رخسانہ کو دے دو۔ اس کا شوہر بہت غریب ہے۔''

اب مرنے والے کو غصہ آ گیا۔ اس نے جھلا کر بیوی سے کہا: ''مر میں رہا ہوں یا تم؟''

تحریم خان، شمالی کراچی





مارکیٹ میں پرچون کی نئی دکان کھلی، جہاں قیمت میں رعایت کا اعلان کیا گیا تھا۔ دکان کے مالک کو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ دکان کے باہر لمبی قطار لگی تھی۔ ایک صاحب بار بار لائن میں سب سے آگے آنے کی کوشش کرتے اور لوگ انھیں پکڑ کر پیچھے دھکیل دیتے: ''چلو، لائن سے آؤ۔''

ان صاحب نے کہا: ''پہلے مجھے دکان تو کھولنے دو۔''

فاطمہ توقیر، کراچی

گھمسان کی جنگ ہورہی تھی۔ ایک سپاہی اپنے افسر کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ جنگ ختم ہوئی تو افسر نے اسے شاباش دی اور کہا: ''مجھے خوشی ہے کہ تم نے دل و جاں سے میری خدمت کی ہے۔''

سپاہی بولا: ''جناب! میری والدہ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ جنگ میں ہمیشہ اپنے افسر کے ساتھ رہنا، کیوں کہ افسر لوگ بہت کم مارے جاتے ہیں۔''

حبیب احمد، ملتان

بھکاری: ''خدا آپ کو صحت دے بزرگوار! ایک روپیا تو دیجیے۔''

بزرگ نے کہا: ''میرے پاس اس وقت ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔''

بھکاری: ''گھر والوں کے پاس تو ہوگا۔''

بزرگ نے کہا: ''وہ سب اللہ کے فضل سے صحت مند ہیں۔''

عبدالرشید، لاہور

بچہ (ایڈیٹر سے): ''سر! آپ نے میری کہانی شائع کیوں نہیں کی؟''

ایڈیٹر نے جواب دیا: ''اس لیے کہ آپ کی کہانی ناقابلِ اشاعت ہے۔''

بچے نے کہا: ''آپ اسے کیسے ناقابلِ اشاعت کہہ سکتے ہیں، جب کہ یہ پہلے بھی دو رسالوں میں چھپ چکی ہے۔''

حافظ محمد اسلم، کراچی

ایک ماہرِ نفسیات اپنے مریضوں کے سامنے رعب جمانے کے لیے اپنی خوبیاں گنوار ہے تھے کہ میں کسی آدمی سے ملنے کے بعد صرف ایک منٹ بات کر کے یہ جان سکتا ہوں کہ وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔''

''لیکن یہ جان کر تو آپ کو کافی شرمندگی اُٹھانا پڑتی ہوگی۔'' ایک صاحب نے کہا۔

مہک اکرم، لیاقت آباد



Press ad

بات سے بات

تقریر کرنے سے پہلے یہ کہانی ضرور پڑھیے۔ایک مسکراتی تحریر

شازیہ فردوس

ایک صاحب کو کسی مجلس میں تقریر کرنی پڑ گئی۔انھوں نے زندگی میں پہلے کبھی تقریر نہ کی تھی۔کسی نے مشورہ دیا کہ بھائی! تقریر کرنا کون سا مشکل کام ہے۔اک جملہ بولو اور اسی سے دوسرا جملہ نکال لو۔سب اسی طرح تقریر کرتے ہیں۔وہ صاحب اسٹیج پر آئے اور تقریر یوں شروع کی:

السلام علیکم! اسلام میں سلام کی اہمیت سے تو آپ سب واقف ہیں۔اسلام میں جھوٹ بولنا سخت منع ہے۔جھوٹ تمام بُرائیوں کی جَڑ ہے۔سب سے لمبی جَڑ خربوزے کی ہوتی ہے۔خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔اسلام میں رنگ ونسل کا کوئی تصور نہیں۔مسلمانوں کے احرام کا



رنگ سفید ہوتا ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے ہمیشہ میٹھی اور اچھی بات نکلے۔ بکرے کی زبان کبھی نہیں کھانی چاہیے۔ بکرے کی ماں آخر کب تک خیر منائے گئی۔ ایک دن چھری کے نیچے آئے گی۔ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہوتی ہے۔ جنت میں پینے کے لیے پانی کے بجائے دودھ ملتا ہے۔ گوالے دودھ میں پانی ملا کر بیچتے ہیں۔ آج کل شہر میں پانی کی بڑی قلت ہے۔ شہر قصبے سے بڑا ہوتا ہے۔ پانی کا سب سے بڑا جانور وھیل ہوتا ہے۔ جانوروں کی عقل انسان سے کم ہوتی ہے۔ آج تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکا کہ عقل بڑی ہوتی ہے یا بھینس؟ بھینس کے آگے بین بجانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بین بجانے کے لیے بڑی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی ہے۔ عالم چنا کا ہاتھ بہت بڑا تھا۔ جانوروں کا دل بڑا ہوتا ہے جسامت میں۔ ہمارے ملک میں دل کی بیماریاں بہت پھیل رہی ہیں۔ بیماری کے دوران اور بعد میں مریض کو مکمل آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس تیز رفتار زمانے میں آرام کا تصور مٹ چکا ہے۔ ربر مٹانے کے کام آتا ہے۔ چین میں ربر کے بڑے بڑے درخت ہیں۔ درخت لگانا ثواب کا کام ہے۔ مولانا عبدالستار ایدھی بہت ثواب کا کام کرتے تھے۔ بچوں کو عیدی نہیں دینی چاہیے، کیوں کہ ان کی عادت بگڑ جاتی ہے چاہے رائی کے برابر دی جائے۔ رائی کا پہاڑ بنانے کی عادت اچھی نہیں۔ رائی اچار میں استعمال ہوتی ہے۔ اچار کھٹا ہوتا ہے۔ کھٹی چیزیں کھانے سے گلا خراب ہوجاتا ہے۔ گلّے میں پیسے نہیں جمع کرنے چاہییں، کیوں کہ وہ ٹوٹ جاتا ہے۔ پیسوں پر لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کے دانت ٹوٹنے کے بعد نئے نکل آتے ہیں اور اگر ان پر زبان لگاؤ تو دانت ٹیڑھے نکل آتے ہیں۔ کُتے کی دُم ٹیڑھی ہوتی ہے۔ کُتا وفادار جانور ہے۔ نوکر رکھنے سے پہلے اس کی وفاداری کا امتحان ضرور لینا چاہیے۔ پتنگ کو جب تک ڈھیل نہ دی جائے وہ اوپر نہیں جاتی۔ پتنگ بازی بہت سے حادثات کا سبب بنتی ہے۔ حادثات کو روکنا پولیس کا کام ہے۔ کرفیو میں پولیس لوگوں کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اب میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

لیپ کا سال

محمود شام

اس برس ایک دن زیادہ ہے
کام کرلیں بہت ارادہ ہے

لیپ کا سال جب بھی آتا ہے
چار پر جب اسے کریں تقسیم
اس برس ایک دن زیادہ ہے

ایک دن اور ساتھ لاتا ہے
پورا پورا ہی بٹ یہ جاتا ہے
کام کرلیں بہت ارادہ ہے

فروری ہوگی اب کے انتیس کی
تین برسوں سے جو رُکی ہوگی
اس برس ایک دن زیادہ ہے

برتھ ڈے ہوگی جانے کس کس کی
خوش رہیں برتھ ڈے ہو جس جس کی
کام کرلیں بہت ارادہ ہے

ہر نیا سال ایک نعمت ہے
خرچ اس کو کریں محبت سے
اس برس ایک دن زیادہ ہے

وقت جتنا بھی ہے وہ دولت ہے
پھر تو اس میں بہت ہی برکت ہے
کام کرلیں بہت ارادہ ہے

تین سو ساٹھ جمع چھ دن اور
جو نہیں ہوسکا ہے پچھلے سال
اس برس ایک دن زیادہ ہے

کتنی دولت ہیں یہ کرو تو غور
کام کرنا ہے اب کے وہ ہر طور
کام کرلیں بہت ارادہ ہے

Press ad

Page 42

ہمدرد نونہال اسمبلی

ہم نونہال
ہم بے مثال

شہید پاکستان حکیم محمد سعید کی قائم کردہ نونہال اسمبلی آج بھی ہمیشہ کی طرح متحرک ہے۔ پاکستان کے چار شہروں میں ہر ماہ سینکڑوں نونہال اسمبلی میں آ کر اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ گذشتہ ماہ نونہال اسمبلی کراچی کے مہمان خصوصی محترم محمود شام نے مدینۃ الحکمت کراچی میں بچوں کو مخاطب کر کے جو خوب صورت باتیں کیں، انھی میں سے ایک دل چسپ اقتباس اپنے پڑھنے والوں کے لیے۔


کراچی

سچ جانیے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ میں بار بار دائیں بائیں دیکھ رہا ہوں۔ آنکھیں مل رہا ہوں۔ میرے خدا یہ خواب ہے یا حقیقت؟ اتنے خوب صورت، خوش الحان، پُر اعتماد بچے، بچیاں، میرا مستقبل، میرے ملک کا مستقبل۔ میرے خطے کی آنے والی کل، پورے یقین سے بہ آواز بلند ایک نصب العین دُہراتے ہوئے 'ہم نونہال، ہم بے مثال'۔ بے شک، برحق، آپ یقیناً بے مثال ہیں۔ آپ لائق تحسین ہیں، آپ قابلِ تقلید ہیں۔ آپ کے اس اظہار سے اس اقرار سے مجھ 80 سالہ بزرگ کے حوصلے بھی بلند ہوئے ہیں۔ میں آپ کی آنکھوں میں یقین کی جو چمک دیکھ رہا ہوں وہ میری عمر کے لوگوں، میرے دوست احباب میں نظر نہیں آتی۔ اس اعتماد اور یقین کی ایک جھلک دیکھنے کو

آنکھیں ترس جاتی ہیں۔
میں ممنون ہوں۔محترم المقام شہید حکیم محمد سعید پاکستان آپ کا۔ مجھے قوی احسا ہے کہ آپ اس وقت ہمیں دور آسمانوں سے ستاروں کی اوٹ سے دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی عزیز ترین صاحبزادی سعدیہ راشد کس طرح آپ کی روشن کی ہوئی مشعل کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں اُٹھائے ہوئے آگے بڑھ رہی ہیں۔ یہ نونہال، یہ بے مثال، سب مشعلیں ہیں، سب چراغ ہیں، جو ہم بھٹک جانے والوں کو راستہ دکھا رہے ہیں۔راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم اُمید ان کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو
میں شکر گزار ہوں، ہمدرد فاؤنڈیشن کا جس نے لسانِ عظیم ، زبان شیریں، اُردو میں بہت ہی پیارے، بنے سنورے الفاظ میں مجھے حوصلوں ،ہمتوں،ولولوں سے بھر پور اس اجتماع میں شرکت کے لیے بلایا۔اس مہکتی بزم کا آغاز شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید نے 1985 میں کیا تھا۔ اب اکیسویں صدی کے 20 سال ملا کر 35 سال ہو رہے ہیں۔ وہی لگن ہے، وہی طلب ہے، وہی ذوق وشوق ہے،نونہالوں کی نسلیں آ رہی ہیں، جا رہی ہیں، صلاحیتوں کی ندیاں گنگنا رہی ہیں۔ کردار و عمل کے دریا













لاہور











راولپنڈی

پورے جوش سے بہہ رہے ہیں، ذہن سیراب ہو رہے ہیں، دل فیض یاب ہو رہے ہیں، ایک چشمہ ہے کہ کبھی خشک نہیں ہوتا، اک روشنی ہے کہ ہر ماہ بکھرتی ہے، پھیلتی ہے۔ ہر مہینے سیکڑوں ننھے منے پاکستانی اپنے والدین اور اساتذہ کے ساتھ ملک بھر کے مختلف شہروں میں منعقد ہونے والے پروگراموں میں شرکت کرتے ہیں، اپنے ذہنوں کو منور کرتے ہیں۔ علم کا نور اور وطن کا شعور لے کر جب گھروں اور اسکولوں میں لوٹتے ہیں تو یہ مقامات بھی سچی روشنی سے جگ مگ جگ مگ کرنے لگتے ہیں۔

روشن جمال یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتش گل سے چمن تمام

مجھے بانیِ پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح یاد آ رہے ہیں۔ 2 نومبر 1947 کو اسی شہر کراچی میں منعقدہ آل پاکستان ایجوکیشن کانفرس کے نام پیغام میں انھوں نے زور دیا تھا کہ: ”اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری مملکت کے مستقبل کا زیادہ تر انحصار اس بات پر ہو گا کہ ہم اپنے بچوں، یعنی مستقبل کے خدمت گاروں کو کس طرح کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کی پرورش کس طریقے سے کرتے ہیں۔ تعلیم کے معنی صرف کتابی تعلیم ہی نہیں۔ ہمیں جو کچھ کرنا چاہیے وہ یہ

ہے کہ ہم اپنے لوگوں کو متحد کریں، اپنی آئندہ نسلوں کے کردار کی تعمیر کریں۔ فوری اور اہم ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنے عوام کو سائنسی اور فنی تعلیم دیں۔ تاکہ ہم اپنی اقتصادی زندگی کی تشکیل کرسکیں۔ ہمیں اس بات کا اہتمام کرنا ہوگا کہ ہمارے لوگ سائنس تجارت کاروبار اور بالخصوص صنعت و حرفت قائم کرنے کی طرف دھیان دیں۔''

اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ ہمیں قائداعظم جیسے عظیم رہبر نصیب ہوئے، جنھوں نے برسوں پہلے پاکستان کی اصل ضرورت کو محسوس کیا۔ 1947 میں وہ فنی اور ٹیکنیکل تعلیم پر زور دے رہے ہیں اور پھر حکیم محمد سعید جیسے دردمند سچے پاکستانی میسر آئے۔ جنھوں نے قائداعظم کی تعلیمات پر دل کی گہرائیوں سے عمل کیا۔ ہمدرد یونی ورسٹی قائم کی، جہاں جدید ترین علوم پڑھائے جارہے ہیں۔ جہاں قائداعظم کے حکم کے مطابق آئندہ نسلوں کے کردار کی تعمیر کی جارہی ہے اور جہاں سائنس تجارت، کاروبار اور صنعت و حرفت کی طرف توجہ دی جارہی ہے۔ بیگم سعدیہ راشد کے قول و عمل سے تو یہی لگتا یہ کہ

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رُخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے



قسط ۱۱

سفرنامۂ امریکا

سلیم مغل

ایڈیسن کے تعاقب میں

سان فرانسسکو سے نیوجرسی کا سفر 2570 میل پہ محیط تھا (واضح رہے کہ امریکہ میں فاصلوں کو کلومیٹر کے بجائے میلوں میں دیکھا اور سمجھا جاتا ہے)۔ یونائیٹڈ ایئر لائن کی تھکا دینے والی فلائٹ نیوجرسی ایئر پورٹ پہ اتری تو شکر بجالائے۔ نیوجرسی، بحراوقیانوس (Atlantic Ocean) کے کنارے اور نیویارک سے جڑی ہوئی ریاست ہے۔ یہ علاقہ امریکہ کا ایسٹ کوسٹ کہلاتا ہے۔ یہاں سردیوں میں سخت سردی اور برف باری ہوتی ہے جبکہ گرمیوں میں موسم معتدل ہوتا ہے۔














THOMAS EDISON
CENTER
AT
MENLO PARK
THOMAS
EDISON
CENTER


THOMAS
EDISON
CENTER
AT MENLO PARK



دریائے ہڈسن یہاں کا مشہور دریا ہے جس کا ذکر کہانیوں ، افسانوں اور ناولوں میں بہت ملتا ہے۔امریکہ کا مشہور مجسمۂ آزادی بھی اسی ریاست میں سمندر کنارے واقع ہے۔مجسمۂ آزادی کی صورت میں یہ جو آنٹی ہاتھ میں مشعل پکڑے کھڑی نظر آتی ہیں تو اس کے بارے میں بھی جان لیجیے کہ یہ فرانس کے عوام کی طرف سے تحفے کے طور دیا جانے والا علامتی مجسمہ ہے جو 28 اکتوبر 1886 کو امریکی عوام کے لیے تحفے کے طور سے دیا گیا تھا۔ 1924 میں اسے امریکہ کا سرکاری یادگار (Monument) قرار دیا گیا اور اسے آج تک آزادی اور جمہوریت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

نیوجرسی ائیر پورٹ پہ صبح 8 بجے حسن مجھے لینے کے لیے آیا ہوا تھا۔12 بجے سو کر اٹھنے والے شہزادے کو آج میری وجہ سے صبح جلدی اٹھنا پڑا۔ مجھے پطرس کا مضمون یاد آ گیا'' سویرے جو کل آنکھ میری کھلی''۔ واضح رہے کہ حسن میرے نہایت عزیز انجم بھائی کا بیٹا ہے گویا میرا بھتیجا۔انجم بھائی اور ساجدہ بھابھی سوئیٹزر لینڈ گئے ہوئے تھے۔حسن کی اہلیہ ڈاکٹر ملیحہ اپنی جاب پر تھیں۔ میرا ناشتہ بھی حسن کو بنانا پڑا۔ ہائے بیچارہ۔حسن پہ مجھے اتنا ترس پہلے کبھی نہ آیا تھا۔خوش رہو حسن۔ میں نے حسن سے وعدہ لیا کہ آج وہ مجھے مینلو پارک لے کر جائے گا۔ٹھیک 12 بجے میں اور حسن مینلو پارک میں موجود تھے۔میں یہاں اس شخص سے ملنے آیا ہوں جسے لوگ مینلو پارک کا جادوگر کہتے ہیں۔ جادوگر جس نے بلب بنا کر اندھیروں کو روشنی میں بدل دیا۔۔جس نے سینیما پروجیکٹر بنا کر تصویروں کو زندگی بخشی... بولنے والی مشین ایجاد کی اور دنیا کو فرط حیرت میں ڈال دیا۔بجلی کو محفوظ بنانے والی بیٹریاں بنائیں،آب دوز کے آلات اور سیمنٹ بنانے والی مشینوں کے سسٹم ڈیزائن کیے۔چھوٹی بڑی سو سے زیادہ ایجادات کے باعث مینلو پارک ایڈیسن کی یادوں سے مہک رہا ہے۔ایڈیسن کی زندگی کے مختلف اوراق کھلتے چلے جارہے ہیں۔

وہ آٹھ سالہ ایڈیسن جسے اسکول سے یہ کہہ کر نکال دیا گیا کہ یہ بچہ نالائق ہے، کچھ نہیں سیکھ پائے

گا۔ تب اس کی ماں نے اسے گھر پہ پڑھایا جو خود بھی ایک ٹیچر تھی۔

ٹرین میں کبھی کھٹی میٹھی گولیاں اور کبھی ''ہیرالڈ'' نامی اخبار بیچنے والا نوجوان اور ٹرین ہی میں سامان والے ڈبے کے گوشے میں لیبارٹری بنا کر تجربے کرتے رہنے والے اس جنونی لڑکے نے بہت سی کامیابیوں اور معاشی خوشحالی کے حصول کے بعد نیوجرسی میں واقع مینلو پارک میں سائنسی تجربات کے لیئے ایک لیبارٹری قائم کی۔ 1877 میں آواز ریکارڈ کرنے اور سنانے والی مشین (فونوگرام) ایجاد کر کے ایڈیسن نے تہلکہ مچادیا۔ دنیا کی پہلی آواز جو ریکارڈ کی گئی اور جسے ریکارڈنگ کے بعد سنا جاسکتا تھا وہ تھی ''میری کے پاس بھیڑ کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا''۔

اس ایجاد کو دیکھنے اور اس آواز کو سننے کے لیئے مینلو پارک میں آنے والوں کا ایسا ہجوم لگا کہ محکمہء ریلوے کو خصوصی ٹرینیں چلانی پڑیں جو نیویارک سے شائقین کو لے کر نیوجرسی جاتیں۔ میں اسی مینلو پارک میں موجود ہوں۔ ایڈیسن کو روانہ ہوئے 88 برس بیت چکے مگر مینلو پارک میں ایڈیسن کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیئے آنے والوں کا سلسلہ ابھی نہیں تھما۔

1879 تک امریکی گھروں میں موم بتیاں اور گیس کے لیمپ روشن ہوا کرتے تھے۔ تیز روشنی والی آرک لائیٹ اپنی غیر معمولی حدت کی وجہ سے گھروں میں استعمال نہیں ہوسکتی تھی۔ ایڈیسن نے بلب ایجاد کیا اور نہ صرف لوگوں کو ایک بڑی اور بنیادی سہولت فراہم کی بلکہ ان لوگوں کے مونہہ بھی بند کر دیئے جو اس ایجاد کو ناممکن اور ایڈیسن کو دیوانہ، مجنون، اور مخبوط الحواس سمیت نہ جانے کیا کیا کہا کرتے تھے۔ ایڈیسن کا بلب ابتدا میں صرف پانچ گھنٹے جل سکا لیکن آہستہ آہستہ بلب کے جلتے رہنے کی عمر مسلسل بڑھتی چلی گئی اور بلب کی روشنی نیوجرسی سے نیویارک پھر نیویارک سے امریکہ اور پھر دنیا بھر میں پھیل گئی۔ یہ چھوٹا سا بلب جس کی بہ ظاہر کوئی حیثیت نہیں لیکن اسے زندگی سے منہا کر کے دیکھ لیجئے دنیا ایک بار پھر اندھیروں میں ڈوب جائے گی۔

سچ یہ ہے کہ آج دنیا بھر میں.....

جہاں جہاں سورج ڈھلے .... ایڈیسن کا بلب جلے

یقین نہیں آتا....آٹھ سال کی عمر میں اسکول سے نکال دیئے جانے والا بہ ظاہر یہ غبی سا بچہ 1931 میں 84 سال کی عمر پا کر جب دنیا سے رخصت ہوا تو 1039 ایجادات اس عظیم سائنس دان کی نیک نامی کا جگمگاتا ہوا بلب بن چکی تھیں۔کیا کہنے ایڈیسن!

امریکی صدر ہربرٹ سی ہوبرٹ نے ایڈیسن کے انتقال کے موقعے پر اعلان کیا کہ تمام امریکی ایک مخصوص وقت کے لیے اپنے گھر دفاتر دوکانوں اور فیکٹریوں کی روشنیاں بند رکھیں۔ یوں محدود وقت کے لیے امریکہ اندھیروں میں ڈوب گیا۔امریکہ دوبارہ روشن ہوا تو سب نے یہ جانا کہ ایڈیسن کا ہم سب پر کتنا بڑا احسان ہے۔ یہ اپنے قومی ہیرو کو خراج تحسین پیش کرنے کا ایک منفرد انداز تھا۔

میں نے مینلو پارک میں کھڑے کھڑے بہت دیر تک ایڈیسن سے گفتگو کی....میں نے اسے بتایا کہ بھائی ہم تو وعظ و نصیحت میں الجھا دیئے گئے، ہمارا رخ رسموں اور روایتوں کو نبھانے کی طرف موڑ دیا گیا۔ہم سے رازی اور غزالی لے لیے گئے۔ ہمارے نصاب سے جابر بن حیان اور ابن الہیثم کے اسباق نکال دیئے گئے۔نصیر الدین طوسی اور فارابی کو کوئی اغوا کر کے لے گیا۔ ہمارے منبر و محراب سے آذانیں تو گونجتی ہیں مگر جدید علوم پر مبنی خطبوں کی صدائیں نہیں آتیں۔ہم وہ ہیں جس نے اپنے ایٹمی سائنسدان پر لعن طعن کی۔ہم نے دو نمبر لوگوں کو پی ایچ ڈی کی ڈگریاں دیں۔اعلیٰ تحقیق کے راستے روکے۔سائنس کی تعلیم پر تجارت کی تعلیم کو فوقیت دی، اپنے اسکول اور درس گاہیں برباد کر دیں،تدریس کا کام منافع خور تاجروں کو دے دیا،محسنوں کو فراموش کر دیا، بونوں کو آنکھوں پر بٹھایا اور اپنا قائد بنایا....ایڈیسن میرا مونہہ تکتا رہ گیا۔کہتا بھی تو کیا کہتا۔



لیٹر بکس کا بھوت

بھوت بُر ے ہی نہیں اچھے بھی ہو تے ہیں ، یقین نہ آ ئے تو یہ کہانی پڑ ھیے

جا وید بسام

اگر آ پ کبھی سکھ نگر کی سا تو یں سڑ ک پر جا ئیں تو وہاں آ پ کو کوئی قابلِ ذکر چیز نظر نہیں آ ئے گی ۔ وہ ایک عام سی سڑ ک ہے ۔ کچھ بڑ ے گھروں کے دروازے اس طرف کھلتے ہیں ۔ جن میں پرانے درخت اور پو دے لگے ہیں ۔ ایک گھر کی دیوار پر بوگن ویلیا کی بیل بھی چڑھی ہے ۔ جس میں گلابی پھول لگتے ہیں ۔ اس کے نیچے دیوار کے ساتھ ایک لال رنگ کا لیٹر بکس لگا ہے ۔ بیل پھیل کر اس پر جھک آ ئی ہے ۔ اب وہ بہت کم استعمال ہوتا ہے، مگر سالوں پہلے لوگ اس میں بہت خط ڈالنے آ تے تھے ۔



یہ اسی دور کا ذکر ہے کہ ایک دن وہاں ایک بھوت گھومتے ہوئے آ نکلا۔ پہلے وہ ایک ویران مکان میں رہتا تھا۔ اب کسی نئی جگہ کی تلاش میں تھا۔ اسے یہ جگہ پسند آئی اور وہ یہاں رہنے لگا۔ سارا دن وہ کانٹے دار جھاڑیوں میں رہتا، لیکن رات کو سڑک پر چہل قدمی کرتا رہتا۔ وہ دن کا زیادہ تر وقت سو کر گزارتا تھا، مگر جب جاگ رہا ہوتا تو سڑک سے گزرنے والوں کو دیکھتا رہتا۔ لوگ وہاں آتے اور خط ڈال کر چلے جاتے۔ کبھی پھیری والے آوازیں لگاتے ہوئے گزرتے اور کبھی گاڑیاں آتی جاتی رہتیں۔

کچھ دن ہی گزرے تھے کہ بھوت بور ہونے لگا۔ وہ صبح سے شام تک اپنی بوریت کا حل تلاش کرتا رہا۔ پہلے اس نے سوچا سڑک سے گزرنے والے لوگوں کو تنگ کیا جائے، لیکن یہ اسے اچھا نہ لگا، وہ ایک ہمدرد بھوت تھا۔ کسی کو تکلیف دے کر اسے کوئی خوشی نہیں ملتی تھی پھر اسے خیال آیا چلو ہلکی پھلکی شرارت تو کی جاسکتی ہے۔ وہ اگلے دن لیٹر بکس میں گھس کر بیٹھ گیا۔ اب جوں ہی کوئی خط ڈالتا وہ اس کے ہاتھ کو چھوتا، لوگ حیران ہو کر پیچھے ہٹ جاتے پھر وہ ڈرتے ڈرتے اندر جھانکتے، کبھی وہ خط کو واپس باہر پھینک دیتا۔ لوگ گھبرا کر اسے اُٹھا لیتے اور لیٹر بکس میں ڈال دیتے۔ وہ سمجھتے کہ ہوا سے گر گیا ہے۔ کچھ دن تو یہ سب چلتا رہا پھر بھوت کا دل اس سے بھی اُکتا گیا اور وہ کوئی نیا کام کرنے کا سوچنے لگا۔ اچانک اسے خیال آیا کیوں نہ خط پڑھے جائیں۔ اب جوں ہی کوئی خط لیٹر بکس میں ڈالا جاتا۔ وہ اسے نکال کر پڑھنا شروع کر دیتا۔ خط پڑھ کر اسے بہت لطف آتا، حال آں کہ اس میں انسانوں کی عام سی باتیں ہوتی تھیں۔ کسی میں خیریت سے پہنچنے کی اطلاع ہوتی تو کسی میں شادی بیاہ کا ذکر ہوتا۔

ایک دن بھوت نے ایک خط پڑھا جو کسی عورت نے اپنے بھائی کو لکھا تھا: ''پیارے حامد بھائی! اُمید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ یہاں بھی سب خیریت ہے۔ بس مجھے اُن روپوں کی

ضرورت پڑ گئی ہے جو آپ نے ایک مہینے کے وعدے پر چھے مہینے پہلے اُدھار لیے تھے۔ مجھے وہ چالیس ہزار روپے فوراً بھیج دیں، تاکہ میں اپنا رکا ہوا کام مکمل کرسکوں۔ آپ کی بہن زرینہ۔''
خط پڑھ کر بھوت کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی وہ بڑبڑایا: ''اُدھار دے کر واپسی کی اُمید رکھنا بے وقوفی ہے۔'' پھر وہ دوسرے خط پڑھنے لگا۔
دن اسی طرح گزر رہے تھے۔ کچھ دنوں بعد بھوت کو پھر زرینہ کا خط نظر آیا۔ اس نے کھول کر پڑھا، لکھا تھا: ''بھائی! آپ نے خط کا جواب نہیں دیا نہ پیسے بھیجے۔ مجھے بہت ضروری چاہییں، فوراً بھیجیں۔''
بھوت نے قہقہہ لگایا اور بولا: ''لو، اب بھائی صاحب خط کا جواب بھی نہیں دے رہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ اُدھار، تعلق کو کاٹ دیتا ہے۔''
اب وہ انتظار میں رہتا کہ زرینہ کا خط آئے، آخر پندرہ دن بعد خط آ ہی گیا۔ لکھا تھا: ''بھائی! آپ کیوں مجھے پریشان کررہے ہیں۔ پیسے کیوں نہیں دیتے۔ میرے شوہر مجھ پر ناراض ہو رہے ہیں۔''
بھوت طنزاً مسکرایا اور بولا: ''لو جی یہ پیسے ڈوب گئے اور رشتے میں بھی دراڑ آ گئی۔''
پھر اسے خیال آیا ذرا دیکھوں تو کہ بھائی کیوں رقم نہیں بھیج رہے۔ اس نے لفافے پر لکھے پتے پر نظر دوڑائی۔ وہ قریبی شہر کا تھا۔
اگلے دن بھوت نے اُڑان بھری اور وہاں جا پہنچا۔ جلدی ہی اس نے حامد کا گھر تلاش کرلیا۔ وہ انسانوں کی نظروں سے غائب تھا۔ اس لیے آسانی سے گھر میں داخل ہو گیا۔ وہاں اسے ایک ادھیڑ عمر عورت اپنا کام کرتی نظر آئی۔ مرد کام پر گیا ہوا تھا اور بچے اسکول۔ بھوت باہر آیا اور گلی کا جائزہ لینے لگا۔ گھر کے سامنے بادام کا ایک گھنا درخت لگا تھا۔ اسے بادام بہت پسند تھے۔ وہ درخت پر چڑھا اور بادام توڑ کر کھانے لگا۔ اسے وہ جگہ اچھی لگی اور سارا دن وہ درخت پر ہی بیٹھا رہا۔
رات ہوئی تو ایک آدمی موٹر سائیکل پر آتا نظر آیا۔ وہ گھر کے دروازے پر آ کر رک گیا۔ بھوت

سمجھ گیا کہ یہ حامد ہی ہے۔ جب وہ اندر چلا گیا تو بھوت بھی اُڑ کر گھر میں اُتر گیا۔ اس نے دیکھا حامد منھ ہاتھ دھو رہا ہے، عورت کھانے کی تیاری کر رہی ہے اور بچے مزے سے کھیل رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد سب کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ بیوی بولی: ''تمھاری بہن کا خط آیا ہے۔ وہ پیسوں کا تقاضا کر رہی ہے۔''

یہ سن کر حامد نے منھ بنایا اور بولا: ''آج کل بہت مندہ ہے۔ میں خود پریشان ہوں۔''

''بس خاموش رہو، خود تنگ آ کر خط لکھنا بند کر دے گی۔'' بیوی فوراً بولی۔

حامد نے سر ہلایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس نے جیب سے تین سو روپے نکال کر بڑے بیٹے کو دیے کہ بازار سے جا کر آئس کریم لے آئے۔ سب نے مزے سے آئس کریم کھائی۔ بھوت نے سر ہلاتے ہوئے گھر پر نظر ڈالی۔ ان کے رہن سہن سے لگتا تھا کہ وہ اچھا کما رہے ہیں۔ بھوت وہاں سے نکلا اور درخت پر جا بیٹھا۔

دوسرے دن جب حامد دکان جانے کے لیے گھر سے نکلا تو بھوت تیار تھا۔ وہ اُچک کر اس کے پیچھے بیٹھ گیا، دل میں کہہ رہا تھا چلو آج اس مشینی گھوڑے کی سواری کر کے دیکھتے ہیں۔ سفر شروع ہوا۔ حامد بہت تیز موٹر سائیکل چلا رہا تھا۔ بھوت کو لگ رہا تھا کہ وہ ضرور کسی گاڑی کو مار دے گا یا کوئی اس سے ٹکرا جائے گا۔ ایک بار تو سامنے سے آتے ایک تیز رفتار ٹرک کو دیکھ کر بھوت نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں، مگر وہ خیریت سے بازار پہنچ گئے۔ بھوت نے اللہ کا شکر ادا کیا اور آیندہ موٹر سائیکل پر بیٹھنے سے توبہ کی۔ حامد نے اپنی دکان کھولی۔ وہ کپڑے کی دکان تھی۔ دو لڑکے ملازم بھی تھے۔ بھوت ایک کونے میں چھپا نظر رکھے ہوئے تھا۔ وقت گزر رہا تھا۔ دوپہر تک اِکا دُکا گاہک آئے، مگر شام کو کام اچھا ہو گیا۔ بھوت واپس درخت پر لوٹ گیا۔

رات کو حامد گھر آیا تو وہ بھی گھر میں داخل ہو گیا۔ کھانے کے بعد سب بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

حامد کی بیوی نے کہا: ''اگلے مہینے میری کزن کی شادی ہے۔ مجھے کچھ جیولری اور میک اپ کا سامان خریدنا ہے۔ مجھے پیسے چاہییں۔''

حامد نے فوراً چار ہزار روپے نکال کر دے دیے۔

''آج کیسا کام رہا؟'' بیوی نے پوچھا۔

''مندہ ہی تھا۔'' حامد نے کہا۔

''واہ وا...... اپنے لیے سب کچھ ہے، مگر دوسروں کے لیے بس بہانے۔ اچھا اب مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔'' بھوت بڑبڑایا۔

اگلے دن وہ پھر دکان پر موجود تھا۔ جوں ہی کوئی گاہک دکان میں آ کر کپڑا دیکھا، بھوت ہلکے سے قہقہہ لگاتا جو صرف گاہک کو سنائی دیتا۔ وہ حیرت سے حامد کو دیکھتا اور واپس پلٹ جاتا۔ وہ سمجھتا تھا کہ دکان دار نے اس کا مذاق اُڑایا ہے۔ سارا دن بھوت یہی کرتا رہا بس ایک دو گاہک ہی کچھ خرید کر رخصت ہوئے۔ حامد بہت پریشان تھا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ دو تین دن تک یہی ہوتا رہا۔ حامد رات کو اپنی بیوی کو بتاتا کہ کاروبار روز بہ روز کم ہوتا جا رہا ہے۔ وہ بھی پریشان ہو گئی تھی۔

بھوت نے ایک دن دیکھا وہ گلی میں آنے والے ہر فقیر کو خیرات دے رہی ہے اور اس سے دعا کی درخواست کر رہی ہے۔ بھوت مزے سے بادام کھا رہا تھا۔ وہ سر ہلا کر بولا: ''اچھا تو اب عملی کام کا وقت آ گیا ہے۔''

جب حامد کام پر چلا گیا تو بھوت نے ایک بوڑھے فقیر کا روپ دھارا اور لاٹھی ٹیکتا، اللہ کے نام پر مدد کرو، کی صدا لگاتا گلی میں چلا آیا۔ حامد کے گھر کا دروازہ فوراً کھلا اور اس کی بیوی نے فقیر کو دس روپے دیے۔ فقیر نے اسے خوب دعائیں دیں۔ وہ بولیں: ''بابا کھانا کھاؤ گے؟''

''ہاں کھلا دو۔'' فقیر بولا۔

کھانا کھا کر فقیر نے پھر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیے۔ حامد کی بیوی لجاجت سے بولی: ''بابا! دعا کرو ہمارا کام اچھا ہو جائے۔ آج کل بہت مندہ ہے۔''

فقیر نے بہت دعائیں دیں پھر بولا: ''بیٹی! دعا کے ساتھ ساتھ دوا بھی کرنی پڑتی ہے۔ اکثر رکاوٹ جب ہوتی ہے جب ہم کسی کا کچھ روک لیتے ہیں۔ ذرا سوچو کہیں آپ نے کسی کا حق تو نہیں دبا لیا؟'' یہ کہہ کر فقیر نے اپنی لاٹھی سنبھالی اور چل دیا۔ حامد کی بیوی سوچ میں گم اسے جاتا دیکھتی رہی۔

رات ہوئی تو حامد گھر آیا۔ کھانا کھا کر وہ باتیں کرنے لگے۔ بھوت درخت پر ہی لیٹا ہوا تھا۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہ تھی اسے انسانوں کا کھانا راس نہیں آیا تھا، مگر اس کے کان اُدھر ہی لگے تھے۔ عورت کہہ رہی تھی: ''میری سمجھ میں آ گیا ہے کہ کام کیوں نہیں چل رہا۔ تم کل فوراً بینک سے پیسے نکلواؤ اور اپنی بہن کو بھیج دو۔''

حامد بولا: ''کبھی کچھ کہتی ہو اور کبھی کچھ۔''

''بس اب جو کہہ رہی ہوں وہ کرو۔'' بیوی بولی۔

اگلے دن بھوت نے دیکھا حامد بینک کی طرف جا رہا ہے اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور اپنے شہر کی طرف اُڑان بھر گیا۔ اسے یقین تھا کہ خط لکھنے والی عورت کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر وہ پھر اسی طرح خط پڑھنے لگا۔

آخر ایک دن اسے زرینہ کا خط نظر آ گیا۔ اس نے لکھا تھا: ''بھائی ہمیشہ خوش رہیں۔ آپ نے میرا کام کر دیا، مجھے پیسے مل گئے ہیں۔ بہت شکریہ۔''

بھوت نے منھ بنایا اور بڑبڑایا: ''لو کام کسی نے کیا ہے اور شکریہ کسی کا ادا کیا جا رہا ہے۔ خیر ہمیں کیا۔ ہم تو بھوت ہیں۔ بھوتوں کو کسی ستائش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہمیں تو بس رات کو خالی سڑک پر چہل قدمی کرنا اچھا لگتا ہے۔''

نام بوجھیے

سلیم فرخی



میرا تعلق کرد نسل کے اعلا خاندان ''روادیہ'' سے ہے۔ میرے خاندان کے لوگ مہمان نوازی، جاں بازی، بہادری، غیرت اور شرافت جیسی خوبیوں سے آراستہ تھے۔ میرے دادا، سلطان مسعود سلجوقی کے عہدِ حکومت میں تکریت کے قلعے کے حاکم تھے۔ (تکریت عراق میں دریائے دجلہ کے کنارے ایک مشہور شہر ہے)۔ دادا کے انتقال کے بعد والد صاحب قلعے کے حاکم ہوئے، میں اسی قلعے تکریت میں ۱۱۳۸عیسوی (۵۳۲ہجری) میں پیدا ہوا۔ جس روز میں پیدا ہوا اسی روز والد صاحب کو قلعے کی حاکمیت سے سبکدوش کر دیا گیا۔ وہاں سے والد نجم الدین اور چچا اسد الدین شیر کوہ موصل کے حاکم عماد الدین زنگی کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ میری عمر اس وقت صرف آٹھ سال تھی۔ جب عماد الدین زنگی کو اس کے

غلاموں نے قتل کر دیا، تب اس کا چھوٹا بیٹا نورالدین زنگی حاکم بنا۔ (زنگی کا مطلب ہے زنگبار کا رہنے والا حبشی) ابتدا سے ہی میرے مزاج میں سنجیدگی ، شرافت، شجاعت اور ذہانت تھی۔ میں جس زمانے میں پیدا ہوا، وہ صلیبی جنگوں کا دور تھا۔

آپ میں سے بہت سوں کو نہیں معلوم ہوگا کہ صلیبی جنگیں کسے کہتے ہیں۔ میں یہاں مختصر طور پر بتا دیتا ہوں۔ اسلام سے پہلے عیسائیت ہر طرف تیزی سے پھیل رہی تھی، لیکن اسلام کے آنے کے بعد ان کی تبلیغی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔

عہدِ رسالت میں مسلمانوں اور عیسائیوں میں جنگ چھڑ گئی، جو جنگِ موتہ کہلاتی ہے۔ مدینے میں اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی۔ اسلامی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو یورپ تک پھیل گیا۔ برّی اور بحری راستوں پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں فلسطین پر مسلمانوں کا قبضہ ۱۶ ہجری/ ۶۳۷ عیسوی میں ہوا۔ یہیں بیت المقدس واقع ہے، جسے عبرانی زبان میں یروشلم (Jarusalum) کہتے ہیں۔ یہ جگہ مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں تینوں کے لیے متبرک ہے۔ یہ مسلمانوں کا قبلہ اول رہا۔ حضرت عیسیٰؑ یہاں پیدا ہوئے اور انھیں یہیں مصلوب کیا گیا۔ یہودیوں کا پہلا معبد ہیکلِ سلیمانی بھی یہیں ہے۔ عیسائی مذہبی پیشوا پوپ اور عیسائی قائدین نے جب اسلام پھیلتے دیکھا تو ان میں سے پطرس نامی ایک راہب نے ملکوں ملکوں جا کر اسلام کے خلاف تقریریں کیں کہ مسلمانوں کی پیش قدمی بہت بڑھ چکی ہے، اس لیے ان سے جنگ ضروری ہے۔ جو عیسائی اپنی صلیب نہیں اُٹھائے گا، وہ میرا پیروکار نہیں سمجھا جائے گا۔

پوپ کے اس اعلانِ جنگ سے تقریباً تیرہ لاکھ عیسائی سرخ کپڑے کی صلیب لگائے فلسطین کی طرف روانہ ہو گئے۔ مسلمان بھی سر سے کفن باندھ کر جہاد کے لیے تیار ہو گئے۔ یہی صلیبی جنگ کہلاتی ہیں۔ پہلی تین جنگیں زیادہ مشہور ہوئیں، جو ۱۰۹۸ء سے ۱۱۹۲ء تک لڑی گئیں۔ چودھویں اور آخری صلیبی جنگ ۱۱ر دسمبر ۱۹۱۷ء کو ہوئی جب عثمانی ترکوں نے برطانوی کمانڈر انچیف کے فلسطین آنے پر بیت المقدس خالی کر دیا۔

ہاں، تو میں اپنے زمانے کے حالات بتا رہا تھا۔ گیارہویں صدی عیسوی میں مشرقِ وسطیٰ کے حالات خراب تھے۔ مسلمان اندرونی اور بیرونی خطرات میں گھرے ہوئے تھے۔ بغداد کے عباسی خلفا بالکل بے بس ہو چکے تھے۔ شام میں چھوٹی چھوٹی عرب ریاستوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ سلجوقی ترکوں کی عظیم سلطنت پارہ پارہ ہو چکی تھی۔ اسی سلطنت کے زیرِ سایہ تربیت پانے والا عماد الدین زنگی شام، الجزیرہ اور کردستان کے علاقوں پر مشتمل ایک متحدہ ریاست بنانے میں کام یاب ہو گیا۔ عماد الدین زنگی کو اس کے آزاد کردہ ایک غلام نے قتل کر دیا تو اس کا بیٹا نور الدین زنگی حکمران ہوا۔ میرے والد اسی بادشاہ کے مشیرِ خاص تھے اور چچا سپہ سالار تھے۔ ۱۶ برس کی عمر میں، میں والد کے ساتھ نور الدین زنگی کے دربار میں جانے لگا تھا۔

صلیبی جنگجو جہاں مسلمانوں کو کم زور دیکھتے، حملہ کر دیتے۔ ایک موقع پر ''عسقلان'' پر صلیبیوں کا قبضہ ہو گیا، جو خلافتِ مصر کے ماتحت تھا۔ نور الدین زنگی نے میرے چچا کو فوج دے کر روانہ کر دیا۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہاں کا وزیر شاور سعدی صلیبیوں سے مل گیا اور فرنگی بادشاہ ''ایمالرک'' ایک بڑے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ مجبوراً چچا قلعہ بند ہو گئے۔ ادھر نور الدین زنگی نے عیسائیوں کے ایک شہر ''حارم'' پر قبضہ کر لیا، جسے چھڑانے کے لیے انھیں قلعے کا محاصرہ ختم کرنا پڑا۔ کچھ عرصے بعد ''بانین'' کے مقام پر صلیبیوں کا لشکر صف آرا ہوا۔ مقابلے پر چند ہزار ہی مسلمان تھے، جنھوں نے صلیبیوں کو ذلت آمیز شکست دی۔ جواب میں عیسائیوں نے اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا۔ میں نے اپنی فوج کے ساتھ بڑی بہادری سے شہر کو آزاد کرا لیا۔ اس دوران چچا بھی آس پاس کے علاقوں کو زیر کرتے رہے۔ آخر مسلمانوں اور عیسائیوں میں معاہدہ ہو گیا۔ فتح کے بعد چچا مصر کے حاکم بنے، لیکن جلد ہی انتقال ہو گیا اور ان کی جگہ میں وہاں کا حاکم بن گیا۔

تمام فتوحات کے بعد یروشلم فتح کرنا میری زندگی کا مقصد اور سب سے بڑی تمنا تھی۔ حکمران بننے کے بعد میں نے بڑے پیمانے پر تیاریوں کا حکم دیا۔ علما و فضلا بھی ساتھ تھے۔ اتوار ۲۱ ستمبر ۱۱۸۷ء (۱۵ رجب ۵۸۳ھ) کو بیت المقدس کے قریب پہنچ کر میں نے دربار لگا کر ایسی پُرتاثیر تقریر کی کہ سب کے دلوں میں جوش پیدا ہو گیا۔ دوسری جانب بیس ہزار صلیبی بھی مقابلے پر آ گئے۔ پانچ روز تک میں فوج کی

ترتیب و تنظیم کرتا رہا۔ جمعہ ۲۰/رجب ۵۸۳ھ (۲۶/ستمبر ۱۱۸۷ء) کو میں نے قلعے کے گرد منجیقیں نصب کرا دیں۔ اس سے پہلے میں محصور عیسائیوں سے کہہ چکا تھا کہ تمھاری طرح میں بھی اس شہر کو مقدس سمجھتا ہوں۔ میں یہاں خون بہانا نہیں چاہتا۔ اگر تم شہر ہمارے حوالے کر دو تو عیسائی آزادانہ زندگی بسر کر سکیں گے، لیکن میری اس فیاضانہ پیش کش کو ٹھکرا دیا گیا، اس لیے مجبوراً حملے کا آغاز کیا۔ مسلمان قلعے کی فصیل میں نقب لگانے میں کام یاب ہو گئے۔ مسلمانوں کی دلیری اور بہادری سے عیسائی فوج میں بددلی اور مایوسی پھیل گئی۔ مجبور ہو کر وہ خدا کے نام پر مجھ سے رحم کی اپیل کرنے لگے۔ اسی خدا کے نام پر انھوں نے نوے سال تک مسلمانوں پر ظلم ڈھایا تھا، لیکن مجھے ان پر رحم آ گیا۔ میں نے عام اعلان کر دیا کہ چالیس دن کے اندر عیسائی شہر سے نکل جائیں۔ صرف فی مرد دس دینار، فی عورت پانچ دینار اور فی بچہ ایک دینار تاوانِ جنگ ادا کریں۔ وہاں کا حاکم ''ہرقل'' اپنے پورے خزانے کے ساتھ شہر سے نکلنے لگا تو کسی نے مجھے مشورہ دیا کہ اگر صرف اسی کا خزانہ ضبط کر لیا جائے تو سب کا تاوان ادا ہو جائے گا، لیکن میں نے انکار کر دیا۔ جو لوگ بہت غریب تھے اور برائے نام تاوان بھی ادا نہ کر سکتے تھے، ان دس ہزار غریب لوگوں کا تاوان میں نے خود ادا کر دیا۔ کچھ عیسائی عورتیں روتی پیٹتی میرے پاس آئیں اور فریاد کی کہ ہمارے بیٹے، بھائی، شوہر مسلمان فوجیوں کی قید میں ہیں، انھیں رہا کیا جائے، ورنہ ہم بے سہارا ہو جائیں گے، میرا دل نرم پڑ گیا۔ میں نے سب قیدیوں کو رہا کر دیا۔

۲۷/رجب شبِ معراج ۵۸۳ھ کو بیت المقدس فتح کرنے کے بعد میں اپنے خیمے میں بیٹھا مبارک باد وصول کر رہا تھا۔ ہر طرف خوشی اور مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ ادھر جب بیت المقدس کی خبر یورپ پہنچی تو وہاں صفِ ماتم بچھ گئی۔ بیت المقدس کا بڑا پادری انگلستان کے بادشاہ رچرڈ کے پاس پہنچا اور اسے جنگ کے لیے اُکسایا۔ بادشاہ نے جسے رچرڈ شیر دل کہا جاتا تھا، صلیب ہاتھ میں لے کر مسلمانوں سے جنگ کرنے کا عہد کیا۔ اس طرح جرمنی کا بادشاہ فریڈرک اور فرانس کا بادشاہ فلپ بھی تیار ہو گیا۔ یہ تینوں اپنے لشکر کے ساتھ فلسطین کی طرف روانہ ہوئے اس دوران سسلی کا حکمران ولیم بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان میں شامل ہو گیا۔

میں ان دنوں مختلف علاقوں کے حالات بہتر کرنے میں لگا ہوا تھا کہ شہر کے باہر عیسائیوں کا لاکھوں کا لشکر جمع ہو گیا۔ مسلمانوں کا لشکر ان کے مقابلے میں کم تھا۔ اسی دوران میں بیمار بھی ہو گیا، لیکن میں نے بیماری کی پروا نہیں کی اور عیسائیوں پر خوف ناک حملہ کر دیا۔ ان کا بے پناہ نقصان ہوا اور ان کے کئی سالار گرفتار کر لیے۔ عیسائی بُری طرح بوکھلائے ہوئے تھے اور مجھ سے صلاح کے لیے رابطہ کرنے لگے۔ پسپا ہونے سے پہلے رچرڈ نے مجھ سے درخواست کی کہ یروشلم اسے دے دیا جائے اور مسلمانوں نے ہماری جو صلیب چھین لی ہے، وہ واپس کر دی جائے تو صلاح ہو سکتی ہے۔

میں نے جواب دیا کہ یہ شہر تم سے زیادہ ہمارے لیے مقدس ہے، کیوں کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہیں سے معراج کے لیے تشریف لے گئے تھے اور ہمارا قبلہ اول بھی یہی تھا۔ ہم اس سے دستبردار نہ ہوں گے۔ تمھاری صلیب ہمارے پاس رہے گی جب تک ہم اسے مفید سمجھیں گے۔

رچرڈ، میرا یہ جواب سن کر بڑا پریشان ہوا اور دیگر حکمرانوں سے مشورہ کر کے پسپائی اختیار کر لی۔

میری شجاعت، عدل، تقویٰ اور علم دوستی مشہور ہے۔ میں حد درجہ سخی اور نرم دل تھا۔ جنگ کے دوران عیسائی فوج میں سے کوئی سپاہی ایک بچے کو اُٹھا لایا۔ اس کی ماں روتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں اس کی فریاد سن کر تڑپ اُٹھا۔ فوراً بچے کو تلاش کرایا گیا۔ پتا چلا کہ اسے بیچ دیا گیا ہے۔ میں نے دام دے کر بچہ واپس لیا اور اسے ماں کے حوالے کیا۔

جنگ کے دوران رچرڈ کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا تو میں نے ہاتھ اُٹھا کر جنگ رکوا دی اور فوراً ایک خادم کے ہاتھ عربی 'النسل گھوڑا' اسے بھیجا۔ رچرڈ کے ایک ساتھی نے کہا کہ آپ اس گھوڑے پر سوار نہ ہوں۔ ممکن ہے یہ گھوڑا اسدھایا ہوا ہو، اور آپ کو ہلاک کر دے۔ رچرڈ نے کہا: ''ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ چاہتا تو مجھے اسی وقت آسانی سے قتل کرا سکتا تھا، جب میں گرا تھا۔ یہ اس کی شرافت اور بہادری ہے کہ اس نے دشمن کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا۔'' یہ کہہ کر وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور جنگ پھر شروع ہو گئی تھی۔

ایک موقع پر جب رچرڈ بیمار ہوا تو میں نے اس کے لیے پھل اور ٹھنڈا پانی بھجوایا۔ اس نے حیران ہو کر قاصد سے کہا کہ تمھارے بادشاہ نے مجھے پھل کیوں بھیجے ہیں! میں تو آپ لوگوں کا دشمن ہوں۔ قاصد

نے جواب دیا کہ ہمارے حکمران جنگ میں تاخیر نہیں چاہتے۔ پھل اسی لیے بھیجے ہیں کہ آپ جلدی تندرست ہو جائیں، تاکہ جنگ شروع ہو سکے۔

میں اپنی رعایا کے ساتھ ساتھ اللہ کی سب مخلوق پر مہربان تھا۔ میں بڑا صبر اور ضبط کرنے والا تھا۔

ایک مرتبہ میں کچھ لوگوں سے باتیں کر رہا تھا کہ نامہ بر ایک رقعہ لے کر آیا۔ میں نے پڑھا اور خاموشی سے رکھ لیا اور اسی طرح بات کرنے لگا۔ کسی کو بھی میرے چہرے سے پتا نہیں چلا کہ اس خط میں میرے جوان بیٹے اسماعیل کی موت کی خبر تھی، حال آں کہ مجھے اس سے بے حد محبت تھی۔ مجھے خدا کی ذات پر کامل یقین تھا۔

میں ہفتے میں دو بار کھلی عدالت لگاتا تھا۔ عوام کی شکایت سنتا اور اسی وقت فیصلہ کر دیتا تھا۔ میں اپنے ماتحتوں پر خاص مہربان تھا۔ میں بہت سادہ لباس پہنتا اور سادہ غذا کھاتا۔ غصے کی حالت میں بھی اپنی زبان اور قلم پر قابو رکھتا تھا۔ عالموں اور دانش وروں کی مجلس پسند کرتا تھا۔ انصاف کے معاملے میں، میں بہت سخت تھا۔ خود میرے خلاف کوئی مقدمہ ہوتا تو عام آدمی کی طرح حاضر ہو جاتا اور مقدمہ جیت جاتا تو ہارنے والے کے تمام اخراجات برداشت کرتا اور انعام الگ سے دیتا۔

بیت المقدس کی فتح کے بعد جنگ سے فارغ ہو کر میں دمشق چلا گیا۔ ایک بار میں سخت بیمار ہوا۔ نہانے کے لیے حمام میں گیا۔ پانی زیادہ گرم تھا۔ میں نے ٹھنڈا پانی منگوایا۔ جو شخص پانی لایا اس سے پانی چھلک کر مجھ پر گر پڑا۔ دوبارہ جب وہ پانی لایا تب بھی اس سے سارا ٹھنڈا پانی مجھ پر گر پڑا۔ میں نے اس شخص سے کہا: ''اگر تمھارا ارادہ مجھے قتل کرنے کا ہے تو مجھ سے کہہ دیا ہوتا۔''

وہ قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگا۔ میں نے اسے تنبیہ کر کے معاف کر دیا۔

شدید بارشوں کا موسم تھا اور حاجی حج سے واپس آ رہے تھے۔ میں بیمار ہونے کے باوجود ان کے استقبال کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ بارش میں بھیگ بھی گیا، اس لیے مجھے ٹھنڈ لگ گئی تھی۔ بخار بھی ہو گیا۔ سر میں شدید درد رہنے لگا۔ طبیبوں نے بہت علاج کیا، مگر افاقہ نہ ہوا۔ روز بہ روز کمزور ہوتا گیا۔ نقاہت کی وجہ سے امور حکومت ادا نہ کر سکتا تھا، اس لیے حکومت کا کام اپنے بیٹے الفضل کے سپرد کر دیا۔ آخر بدھ ۲۷/ صفر ۵۸۹ ہجری (۳/ مارچ ۱۱۹۳ عیسوی) میں دنیا سے رخصت ہوا۔ نمازِ عصر کے وقت دمشق کے قلعے

میں مجھے اپنی تلوار کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔انتقال کے وقت میری عمر پچپن سال تھی اور میرے پاس صرف ایک دینار اور ۲۷ درہم تھے۔



فروری کے شمارے میں مشہور یونانی فلسفی سقراط سے آپ کی ملاقات کرائی گئی تھی۔درجِ ذیل نونہالوں نے شخصیت کا نام بوجھ لیا ہے اور قرعہ اندازی کے ذریعے تین نونہالوں نے انعام حاصل کیا ہے:

۱۔ معیز احمد قاضی،لاہور ۲۔ حُربن اشعر،کراچی ۳۔ قمرالزمان،خوشاب

☆ کراچی: عبدالرحمٰن عارف، سیدہ ناہید نرگس، اریبہ محمد، سندس شاہ، علینا اختر، سیدہ کشف، احتشام الدین، زینب فاطمہ، حافظ عبدالباسط وسیم انصاری، الینہ انصاری، سعدیہ سلطان، محمد یوسف، ہما ساجد خان، اسما اشرف، زینب ناز سلطان، محمد حسین، اریج زہرہ، عائشہ عبدالواسع، افرا عامر، محمد سہیل تونسوی، نمرہ فیصل، آرز جنید، محمد حسن دانش منصوری جی، سید عفان علی جاوید، سیدہ جویریہ جاوید، سیدہ مریم محبوب، سیدہ سالکہ محبوب، سید شہظل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، غلام مصطفیٰ بن صہیب عالم ☆ راولپنڈی: محمد حسن، شفق نور، محمد سلمان بٹ، پرانا سکھر، محمد حسن، محمد حبیب ☆ حیدر آباد: عمار خالد اختر انصاری، ملک فائیت جاوید، محمد یوسف قریشی، عائشہ ایمن عبداللہ ☆ ٹمیاری: فاروق جان بہلم پٹھان، بابر گل خان بہلم پٹھان ☆ اوباڑو: ونود کمار، فلک رانی شیخ ☆ لاہور: امتیاز علی ناز، عکرمہ ضیا ☆ ڈیرہ غازی خان: علی عمران کلاچی ☆ میر پور خاص: جنید احمد تحسین، اسما خان، مصعب عمران ☆ ننکانہ صاحب: محمد حسن قادری ☆ مظفر گڑھ: محمد یحییٰ خان لغاری ☆ دینہ: محمد نعت اللہ ☆ اوکاڑہ: عروسہ تنزیل ☆ نواب شاہ: عریشہ فاطمہ ☆ گوندلانوالہ: عشل حفیظ ☆ کالا گجراں: محمد سعید ☆ نیلور: سعد عثمان طارق ☆ رحیم یار خان: فرشتے حبیب ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: سعدیہ کوثر مغل ☆ تلہ گنگ: محمد حسان عبداللہ۔

گڑیا رانی

حکیم خان حکیم



نیلی نیلی آنکھوں والی
نرم و نازک ہاتھوں والی
پیاری پیاری باتوں والی
امی ، ابو کی ہے جانی
میری پیاری گڑیا رانی

میرے آنگن کا ہے پھول
شوق سے جاتی ہے اسکول
سب میں ہے یکساں مقبول
سنتی ہے دادو سے کہانی
میری پیاری گڑیا رانی

پیار وہ توتے سے کرتی ہے
اس کی باتوں پر مرتی ہے
لیکن بلی سے ڈرتی ہے
چھوٹی ہے پر بڑی سیانی
میری پیاری گڑیا رانی



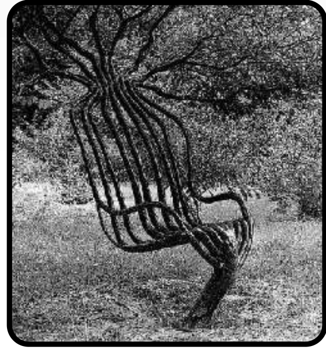
نونہال خبر نامہ

خرم فرخی



دنیا کا سب سے بڑا پھول

انڈونیشیا میں دنیا کا سب سے بڑا پھول دریافت کیا گیا ہے۔ مغربی ساٹرا کے نیچرل ریسورسز اینڈ کنزرویشن سینٹر نے کہا ہے کہ ساٹرا کے جنگل میں تقریباً چار فیٹ قطر کے ''ریفیلزیا'' نامی پھول دریافت کیا ہے، جواب تک ملنے والا سب سے بڑا پھول ہے۔ ۱۹۱۷ء میں بھی یہاں ایسا ہی بڑا پھول دریافت ہوا تھا، لیکن یہ نیا پھول اس سے چار انچ چوڑا ہے۔ اس پھول کو ''مونسٹر فلاور'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس پودے کی جڑ یا پتے نہیں ہوتے۔ یہ اپنی خوراک اپنے میزبان پودوں سے پوری کرتا ہے اور اسی وقت نظر آتا ہے جب میزبان پودے پر اس کا پھول کھلتا ہے۔



درختوں میں اُگا فرنیچر

آپ نے لکڑی کا بنا ہوا ایک سے ایک خوب صورت فرنیچر دیکھا ہوگا۔ جو بڑھئی اپنی محنت اور کاری گری سے تیار کرتا ہے۔ برطانیہ میں ایک میاں بیوی ایسے بھی رہتے ہیں، جو جدید ٹیکنالوجی استعمال کیے بغیر درخت سے براہِ راست فرنیچر اُگاتے ہیں۔ گیون اور ایلس منرو کا ایک فرنیچر فارم ہے، جو دو ایکڑ رقبے پر قائم کیا گیا ہے۔ یہ یہاں پر ایسے درختوں کی کاشت کرتے ہیں جو مکمل طور پر بڑھنے کے بعد میزوں، کرسیوں، ٹوکریوں وغیرہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بھاری مشینوں سے ماحول میں کاربن بہت زیادہ پیدا ہوتا ہے۔

سوار کے بغیر سائیکل



بغیر ڈرائیور کی مختلف سواریوں کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ مثلاً بغیر ڈرائیور ہوائی جہاز، ریل گاڑی، بسیں، کاریں وغیرہ۔ اب بغیر سوار کے سائیکل بھی ایجاد ہوگئی ہے۔ چینی ماہرین نے ایک ایسی سائیکل تیار کی ہے جو بغیر سوار کے خودکار طریقے سے چلتی ہے۔ اسے آواز کے اشاروں پر بھی چلایا جا سکتا ہے۔ اس سائیکل میں بھی کمپیوٹر کا نظام موجود ہے۔ یہ سائیکل راستے میں آنے والی چھوٹی موٹی رکاوٹوں کو عبور کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے لوگ حیرت کا اظہار کر رہے ہیں۔

خلائی ہوٹل



انسان زمین پر امن سے رہنے کا سلیقہ نہیں سیکھ سکا، بلکہ اسے مزید تکلیف دہ اور آلودہ بنا دیا ہے۔ انسان فضائی آلودگی، زمینی آلودگی، بحری آلودگی کا شکار ہے۔ اب انسان خلا میں بستیاں بسانے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ ایک امریکی کمپنی نے خلا میں ہوٹل کھولنے کا پروگرام بنایا لیا۔ یہ کمپنی بین الاقوامی خلائی اسٹیشن پر ''پانچ ستارہ'' (فائیو اسٹار) پر تعیش ہوٹل تعمیر کر رہی ہے جو ۲۰۲۱ء تک مکمل ہو جائے گا اور ۲۰۲۲ء میں شوقین لوگ یہاں قیام کر سکیں گے۔ خلا میں گردش کرتے ہوئے اس ہوٹل میں ۱۲ دن قیام کے لیے صرف ساڑھے نو ملین ڈالر ادا کرنے ہوں گے۔ ہوٹل سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ وہ خلا میں ہونے والے تجربات کے بارے میں بھی جان سکیں گے۔

نونہال مصوّر





اُمِ ہانیہ، نارتھ کراچی



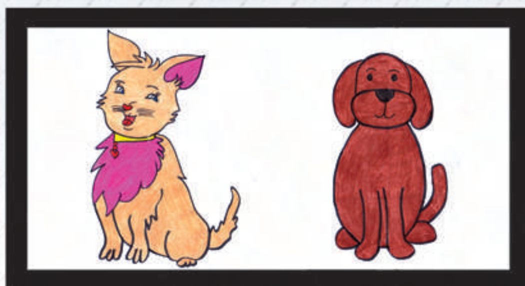
نیلوفر خان، اوڈیرو لال اسٹیشن



علیشبہ آصف، ڈیرہ نواب صاحب



محمد عالیان، لاہور



رمشاء معین الدین، کراچی



حمنہ محمد عقیل شاہ، کراچی



روبینہ ناز، رتن تلاؤ



شیخ محمد معاویہ، کراچی



بلال آصف، حیدر آصف، ڈیرہ نواب صاحب



شیخ محمد معاویہ، کراچی



ہنیہ کلیم، لاہور



مصباح آصف، ڈیرہ نواب صاحب



علشبہ مسکان، ڈیرہ غازی خان



محمد ایاز سوری، خیر پور میرس



سیدہ عبیرہ، کراچی



ہنیہ کلیم، لاہور

قَدرِ مُشترک

چودھری اسداللہ خاں

قَدرِ مُشترک کا مطلب یہ ہے کہ وہ بات یا عادت جو دو یا دو سے زیادہ لوگوں میں پائی جاتی ہو اور ان کا ذہنی رجحان ایک جیسا ہو۔

☆ ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمرِ فاروق ؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں یہ قَدرِ مُشترک ہے کہ دنیا میں ان کی زندگی ۶۳ برس تھی۔













☆ قائداعظم کی بہن محترمہ فاطمہ جناح، مشرقی پاکستان کے سابق گورنر ڈاکٹر اے ایم مالک اور موجودہ صدرِ پاکستان محترم محمد عارف علوی میں یہ قدرِ مُشترک ہے کہ یہ تینوں ہی تعلیم کے لحاظ سے دندان ساز اور پیشے کے لحاظ سے سیاست دان ہیں۔

☆ شہیدِ ملت لیاقت علی خان، شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید، سابق گورنر مغربی پاکستان ملک میر محمد خان، سابق وزیرِ اعلا پنجاب غلام حیدر اور محترمہ بے نظیر بھٹو میں یہ قدرِ مُشترک یہ ہے کہ ان سب کو قاتلانہ حملے میں مار دیا گیا تھا۔

☆ چودھری محمد علی (سابق وزیرِ اعظم پاکستان)، ایوب خان (سابق صدر پاکستان) اور ذوالفقار علی بھٹو (سابق وزیرِ اعظم پاکستان) میں قدرِ مُشترک یہ ہے کہ ان تینوں نے اپنے اپنے دورِ حکومت میں بالترتیب ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء میں پاکستان کو آئین دیا۔

☆ ملک غلام محمد (سابق گورنر جنرل پاکستان) اور مریم جناح (اہلیہ قائداعظم) میں یہ قدرتی قدرِ مُشترک تھی کہ دونوں شخصیات کی پیدائش اور وفات کی تاریخ ایک ہی تھی۔

☆ چار فوجی حکمرانوں (فیلڈ مارشل محمد ایوب خان، جنرل محمد یحییٰ خان، جنرل محمد ضیاء الحق اور جنرل پرویز مشرف) میں قدرِ مُشترک یہ تھی کہ انھوں نے صدارتی نظامِ حکومت نافذ کر کے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھے۔

☆ ایران کے بادشاہ نادر شاہ درانی، بھارت کی وزیرِ اعظم اندرا گاندھی اور پاکستان کے گورنر پنجاب سلمان تاثیر میں یہ قدرِ مُشترک ہوئی کہ یہ تینوں اپنے ہی محافظوں کے ہاتھوں گولی کا نشانہ بن کر ہلاک ہوئے۔

Press ad

Page 72

سارس گونگا پرندہ

محمد فرحان اشرف

سارس کا تعلق آبی پرندوں کے خاندان سے ہے۔ لمبی ٹانگوں، بڑی چونچ اور چوڑے پروں والا یہ انٹارکٹکا کے علاوہ ہر براعظم میں پایا جاتا ہے۔ دنیا میں اس کی لگ بھگ بیس قسمیں پائی جاتی ہیں۔ پروں کے پھیلاؤ کے اعتبار سے یہ دنیا کا تیسرا بڑا پرندہ ہے۔

شکل وصورت: یہ سفید، سیاہ، خاکی اور سرخ رنگوں میں پایا جاتا ہے۔ اپنے مضبوط پنجوں کے











باعث یہ کم گہرے پانی میں آسانی سے چل سکتا ہے۔ یہ پانچ فیٹ اونچا اور دس کلوگرام تک وزنی ہوتا ہے۔ سارس کی گردن لمبی ہوتی ہے، جس پر پَر بہت کم ہوتے ہیں۔

گونگا پرندہ: سارس کے حلق میں آواز کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ آپس میں رابطے کے لیے یہ سانپ کی طرح سی سی کرتا یا چونچ کے اوپر والے حصے کو نیچے والے حصے سے تالی کی طرح بجاتا ہے۔ اسے گونگا پرندہ بھی کہا جاتا ہے۔

خوراک: سارس، مچھلیاں، مینڈک، کیڑے اور چھوٹے جانور کھاتا ہے۔ یہ بڑا صابر پرندہ ہے اور گھنٹوں پانی کے کنارے پانی کی سطح پر نظر جمائے کھڑا رہتا ہے۔ یہ خشکی پر بھی مینڈک یا کسی دوسرے جانور کو اپنی بڑی چونچ سے حملہ کر کے نگل جاتا ہے۔

گھونسلا: سارس اپنا گھونسلا درخت کی مضبوط اور پتلی ٹہنیوں کی مدد سے اونچے درختوں، میناروں اور بلند عمارتوں کے کونوں پر گھونسلا بناتا ہے۔ یہ ٹہنیوں کو بڑی مہارت سے تہوں کی صورت میں لگاتا ہے۔ اس کا گھونسلا دس فیٹ تک چوڑا اور چھے فیٹ تک گہرا ہوتا ہے۔

انڈے اور بچے: مادہ سارس گرمی کے موسم میں دو سے پانچ تک انڈے دیتی ہے۔ یہ انڈے مرغی کے بڑے انڈوں جیسے ہوتے ہیں۔ تقریباً 34 دنوں کے بعد ان سے بچے نکل آتے ہیں۔ سارس کے بچے بڑی تیزی سے بڑے ہوتے ہیں اور ایک ہفتے کے بعد ان کے پَر نکل آتے ہیں۔ دو ماہ کے بعد یہ اُڑنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

مشہور اقسام: سفید سارس ہجرت کرنے والا پرندہ ہے۔ یہ سردیاں افریقا اور ایشیا میں گزارتا ہے۔ کُھلی چونچ والا سارس پاکستان، بھارت، سری لنکا، میانمار اور تھائی لینڈ میں پایا جاتا ہے۔

کالا سارس افریقا اور ایشیا میں سردیاں گزارتا ہے۔ 'گریٹر ایڈ جوٹانٹ' سب سے بڑا سارس ہے۔ یہ کمبوڈیا اور بھارتی صوبے آسام میں پایا جاتا ہے۔ سب سے چھوٹا سارس ہے صرف مشرقی افریقا کے ممالک میں پایا جاتا ہے۔ جنگلی سارس شمالی امریکا کے ممالک میں پایا جاتا ہے۔

سارس کے دشمن: سارس کے بچوں کو سب سے زیادہ خطرہ عقاب سے ہوتا ہے، جو گھونسلے سے شکار کر لیتا ہے۔ بیمار اور کم زور سارس کو لومڑی، بھیڑیا اور جنگلی بلی شکار کر لیتے ہیں۔ بڑا سارس دشمن کو چونچ سے کاٹ کر بھگا دیتا ہے۔

سارس اور لوک داستان: دنیا کی بہت سی پرانی لوک داستانوں میں سارس کا ذکر ہے۔ یونانی مصنف ایسپ کی کہانی لومڑی اور سارس آج بھی بڑے شوق سے پڑھی جاتی ہے۔ سارس کو پالتو بنانا بہت مشکل ہے۔ دنیا کے کئی علاقوں میں اسے سدھا کر اس کی مدد سے مچھلیاں پکڑی جاتی ہیں۔

Press ad

Page 76



یوم الارض اور ہماری گریٹا

سیدہ نازاں جبیں

ننھی منی فاختہ اور زیتون کی شاخ کو دنیا بھر میں امن کی علامت سمجھا جاتا ہے۔
ایک فاختہ اپنے گھونسلے میں آرام سے بیٹھی تھی کہ اچانک اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا۔
''یہ اچانک مجھے کیا ہو رہا ہے؟ اتنی بے چینی کیوں ہو رہی ہے؟'' فاختہ نے اپنے آپ سے کہا۔
اس نے گھونسلے سے باہر نکل کر نیچے دیکھا تو اسے دھواں نظر آیا۔ اس کے گھونسلے کے نیچے کچھ لوگوں نے کچرا جلایا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ پریشان ہوگئی اور گھونسلے سے اُڑ کر دوسری جگہ جانے کا



سوچنے لگی۔ نئے گھونسلے کی تعمیر کے لیے موزوں درخت کی تلاش میں نکل پڑی، مگر اسے کہیں ایسے درخت نظر نہیں آئے۔ وہ اِدھر سے اُدھر ماری ماری پھرتی رہی، اچانک اسے گرمی کا احساس ہوا تو اس نے سمندر کا رُخ کیا، مگر سمندر کی تو بہت بُری حالت تھی۔

یہاں تو مچھلیاں کم اور پلاسٹک زیادہ نظر آرہے تھے۔ مچھلیوں کو سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔ فاختہ یہ دیکھ کر مایوس ہوگئی اور دوسرے سمندروں کی طرف پرواز کرنے لگی، مگر وہاں جا کر اس کی مایوسی میں مزید اضافہ ہوگیا، کیوں کہ دنیا کے کئی ساحلوں پر مردہ مچھلیاں پڑی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر فاختہ کو بہت دکھ ہوا۔

سمندر پلاسٹک کی بوتلوں، پلاسٹک کی تھیلیوں اور پلاسٹک کے برتنوں سے اَٹے ہوئے تھے۔ یہ سب وہ اشیا تھیں جنھیں ہم ایک بار استعمال کر کے پھینک دیتے ہیں اور پھر یہ سارا کچرا سمندر میں پہنچ جاتا ہے، جس سے مچھلیاں اور دیگر سمندری حیات کا دم گھٹ جاتا ہے۔ فاختہ یہ سب افسوس سے دیکھ رہی تھی کہ اسے سگریٹ کے بچے ہوئے حصے نظر آئے، جنھوں نے سمندروں کو آلودہ کر دیا تھا۔ سگریٹ پینے سے پھیپھڑے تو تباہ ہوتے ہی ہیں اور ان سے سمندری حیات بھی تباہ ہو جاتی ہے۔

فاختہ سمندر کی حالت سے افسردہ ہو کر کھیتوں کی طرف پرواز کر گئی۔ وہاں بھی ایک عجیب سا منظر اس کا منتظر ہوتا ہے۔ وہاں کچھ لوگ جن کی پُشت پر بڑے بڑے ڈبے لگے ہوئے ہوتے ہیں اور منھ پر کپڑا باندھا ہوا تھا، خوب اسپرے کر رہے ہوتے ہیں۔ بدبو سے فاختہ سمجھ گئی کہ یہ لوگ کوئی دوا چھڑک رہے ہیں۔ وہ آگے اُڑتی رہی۔ راستے میں اسے کئی معصوم پرندے مرے ہوئے نظر آئے جو یہ زہریلی دوا برداشت نہ کر سکے۔ ننھی منی فاختہ کا دل دکھ میں ڈوب گیا۔

اب معصوم فاختہ دریا کی طرف اُڑنے لگی۔ اچانک اسے مینڈکوں کی اضطراب میں بھری ہوئی آوازیں سنائی دیں۔ اس نے مینڈکوں سے پوچھا تو ایک مینڈک نے روتے ہوئے بتایا: ''فاختہ

بہن! کھیتوں میں چھڑکی ہوئی دواؤں کا سارا فضلہ دریاؤں میں آجاتا ہے اور پھر ہمیں سانس لینے میں مشکل ہوتی ہے۔''

فاختہ یہ صورتِ حال دیکھ کر اور اُداس ہوگئی۔ وہ وہاں سے پرواز کرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ اچانک اسے ایک ننھی پری نظر آتی ہے۔ فاختہ کو کچھ اُمید ہوئی۔ وہ فوراً اس پری کے پاس گئی۔

''اے ننھی پری! دنیا کا حال خراب ہوگیا ہے، یہ تباہ ہورہی ہے اور ہم سب مر رہے ہیں۔ خدارا ہمیں بچالو۔'' فاختہ پری سے فریاد کرتی ہے۔

''تم پریشان مت ہو پیاری فاختہ! میں کچھ کرتی ہوں۔ میں کسی کو مرنے نہیں دوں گی اور نہ اس کو برباد ہونے دوں گی۔'' ننھی پری پُرعزم ہوکر بولی۔

پھر اس پری نے اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر مشورہ کیا۔ اس کے بعد سے ہر جمعے کے دن وہ پری دوسرے بچوں کے ساتھ مل کر ہڑتال کرنے لگی، جسے Fridays for Future کا نام دیا گیا۔ ہر جمعے کو سارے بچے اسکول جانے کے بجائے ہڑتال کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس ننھی پری کا پیغام پوری دنیا میں پھیل گیا۔

یہ ننھی پری ہماری ''گریٹا تھنبرگ'' (Greta Thunberg) ہے جو 3/جنوری 2003 کو سویڈن میں پیدا ہوئی۔ گریٹا تھنبرگ نے موسمیاتی تبدیلی کے بارے میں پہلی مرتبہ 2011 میں سنا جب وہ صرف آٹھ سال کی تھی۔ ماحول کی خراب صورتِ حال نے اسے اُداس کردیا تھا۔

پھر 2018 کے آخر میں اس نے موسمیاتی تبدیلی کے سلسلے میں تحریک اسکول کی سطح پر شروع کی اور سویڈش پارلیمنٹ سے سخت ایکشن لینے کا مطالبہ کردیا۔

30/مئی 2019 کو گریٹا کی کتاب شائع ہوئی، جو اس کی گیارہ تقریروں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب اس نے گلوبل وارمنگ اور موسم کی نازک صورتِ حال کے بارے میں لکھی تھی۔



اس ننھی پری کے ہاتھ میں جادوئی چھڑی تو نہیں ہے، مگر اس کے جادوئی بول کمال کرتے ہیں اور دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کو کچھ کر گزرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

بائیس اپریل کا دن دنیا بھر میں ''یومِ ارض'' (Earth Day) کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس دن سب لوگ زمین کے بارے میں سوچتے ہیں، اسے بہتر بنانے پر غور کرتے ہیں۔ آیئے! اس بار یومِ ارض پر ہم سب اس ننھی پری گریٹا کا ساتھ دیں اور زیادہ سے زیادہ درخت لگائیں۔ اس سال یومِ ارض کا موضوع ''کلائمٹ ایکشن'' ہے۔ آیئے ہم اپنے ماحول کو بچانے کا آغاز کریں اور ماحول دوست سرگرمیوں میں حصہ لیں۔

ننھی فاختہ جو بہت دن سے گریٹا کی سرگرمیاں دیکھ رہی تھی، اب اسے یقین ہو چکا کہ یہ ننھی پری ضرور دنیا کے لیے اور ہم پرندوں کے لیے کچھ اچھا کرے گی، لہٰذا اس نے قریب جا کر اپنے منھ سے زیتون کی شاخ نکال کر گریٹا کے ہاتھ میں تھما دی۔ پیاری گریٹا! یہ دنیا، یہ زمین اب تم سب بچوں کے حوالے۔ تم ہی ہم سب کا مستقبل ہو۔''

ادھوری تعبیر

مدیحہ ذکاء بھٹی

ملک کا فوج کا سپہ سالار حسبِ معمول اپنے سپاہیوں کے ساتھ شہر کے گشت پر تھا۔ وہ مختلف جگہوں سے ہوتا ہوا ایک بازار کے نزدیک پہنچا۔ اچانک اس کی نظر بازار کے کونے میں کھڑے ہوئے ایک بھکاری پر گئی، جو مسلسل اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس بھکاری کی آنکھوں میں اُسے ایک عجیب سی چمک نظر آئی۔ اچانک بھکاری اُس کے قریب آیا۔

''بولو، کیا کہنا چاہتے ہو؟'' سپہ سالار اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔



بھکاری تھوڑی دیر خاموش رہا پھر وہ سرگوشی میں بولا: ''اگر خوش حالی چاہتے ہو تو جنگل کے شمال کی طرف میری کٹیا ہے، وہاں آ جانا۔'' یہ کہہ کر وہ ایک طرف کو چل دیا۔ سپہ سالار اسے گھورتا ہی رہ گیا۔

سپہ سالار کی زندگی نہایت ہی پُرسکون طریقے سے گزر رہی تھی کہ ایک دن اس کی بیوی نے فرمائش کر دی کہ اسے بڑا سا محل جیسا گھر چاہیے۔ اس پر وہ بولا: ''نیک بخت! موجودہ تنخواہ میں، میں تمھارے لیے محل جیسا گھر کیسے بنوا سکتا ہوں؟''

وہ بولی: ''میں کچھ نہیں جانتی، تم سے کم عہدے والوں نے اتنے اچھے اچھے گھر بنوا لیے ہیں اور ہم ابھی تک اس پرانے گھر میں رہ رہے ہیں۔''

وہ روز روز کی تکرار سے تنگ آ چکا تھا۔ اچانک اسے اس بھکاری کا خیال آ گیا جو کچھ عرصے پہلے اسے بازار کے کونے پر ملا تھا اور جو کہہ رہا تھا کہ خوش حالی چاہیے تو جنگل کے شمال کی طرف میری کٹیا ہے وہاں آ جانا۔

اس نے اپنے گھوڑے پر زین باندھی اور جنگل کی شمالی سمت چل پڑا۔ کچھ دور جنگل میں اسے ایک کٹیا نظر آئی۔ اس نے اپنا گھوڑا ایک درخت کے ساتھ باندھا اور کٹیا کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر وہی بھکاری موجود تھا۔ بھکاری نے اسے دیکھا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی وہ بولا: ''مجھے معلوم تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔''

سپہ سالار بولا: ''تم میرے لیے خوش حالی کی بات کر رہے تھے۔ مجھے اپنی بیوی کے لیے محل نما گھر چاہیے۔''

بھکاری نے قریب رکھے ہوئے صندوق میں سے اشرفیوں سے بھری چار تھیلیاں نکالیں اور اسے دیتے ہوئے بولا: ''میں تمھیں صرف ایک کام کے بدلے اشرفیوں سے بھری ایسی ہزار تھیلیاں دے سکتا ہوں۔''

سپہ سالار اُچھلتے ہوئے بولا: ''کیا کہا! ہزار تھیلیاں؟ ان سے تو میں دس محل بنوا سکتا ہوں، مگر کام!

کام کیا ہے؟''اس کے لہجے میں تجسس تھا۔

بھکاری بولا:''تمھیں اپنے ملک کے کچھ اہم فوجی راز مجھے دینے ہوں گے۔''

سپہ سالار اُچھل پڑا:''کیا! یہ تم کیا کہہ رہے ہو! کون ہو تم؟''

بھکاری بولا:''سوالات مت کرو، خوش حالی ایسے ہی نہیں آ جاتی۔ کہو، سودا منظور ہے؟''

سپہ سالار کافی دیر تک سوچتا رہا۔ آخر اس نے رضا مندی میں سر ہلا دیا اور دوسرے دن کچھ اہم راز بھکاری کے حوالے کر دیے۔

اس نے اپنے ضمیر کا سودا تو کر لیا تھا، مگر وہ بے چینی محسوس کر رہا تھا۔

کچھ دنوں سے وہ ایک ہی قسم کا خواب دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اس نے خواب کی تعبیر خود ہی سوچ لی کہ وہ مرنے والا ہے۔ آج رات اسے پھر وہ خواب نظر آیا۔ وہ بے چین ہو گیا، اس نے رہا نہ گیا اور وہ آدھی رات کو ہی شاہی نجومی کے گھر پہنچ گیا۔

دستک سن کر شاہی نجومی آنکھیں ملتا ہوا باہر آیا۔ اس نے اتنی رات کو اپنے دروازے پر سپہ سالار کو دیکھا تو وہ چونک اُٹھا:''خیریت تو ہے۔ آپ اتنی رات کو میرے دروازے پر!''

سپہ سالار بولا:''ہاں، دراصل ایک ہی خواب مجھے کئی بار نظر آیا ہے۔ میں پریشان ہوں، مجھے اس کی تعبیر بتایئے۔''

شاہی نجومی اسے لے کر اندر آیا اور اس سے خواب سنا۔ خواب سننے کے بعد وہ بولا:''اس کی تعبیر یہ ہے کہ اب آپ صرف تین دن تک آسمان دیکھ پائیں گے، اس کے بعد......''

''بس آگے ہم جانتے ہیں۔ ہمیں بس آپ کی تصدیق درکار تھی، سو وہ حاصل ہوئی۔ ہم معافی چاہتے ہیں کہ اتنی رات میں آپ کو ناحق تکلیف دی۔'' یہ کہہ کر وہ فوراً باہر کی طرف چل دیا۔ شاہی نجومی اُسے ہکا بکا جاتا ہوا دیکھتا رہ گیا۔

صبح سویرے ہی سپہ سالار محل روانہ ہوا۔ وہ بادشاہ سے فوراً ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ بادشاہ سلامت

کے طلب کرنے پر وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: ''بادشاہ سلامت! میں آپ سے آج ایک اہم بات کرنے والا ہوں۔''

''ہاں کہو، ہم ہمہ تن گوش ہیں۔'' بادشاہ بولا۔

سپہ سالار سر جھکاتے ہوئے بولا: ''بادشاہ سلامت! میں اب اس دنیا میں تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا، مگر دنیا سے جانے سے پہلے میں اپنے جرم کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں، تاکہ اپنا بوجھ کم کر کے اس دنیا سے رخصت ہوں۔''

''کیا جرم کیا ہے تم نے؟'' بادشاہ نے پوچھا۔

سپہ سالار بولا: ''دراصل دولت کی لالچ میں آ کر میں نے اپنے ملک کے کچھ دفاعی راز پڑوسی ملک کو فراہم کر دیے ہیں۔''

''کیا! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟'' بادشاہ نے غصے میں کہا۔

''جی ہاں، اور وہ بہت جلد ہمارے ملک پر حملے کی تیاری کر رہے ہیں۔'' سپہ سالار بولا۔

یہ سن کر بادشاہ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ غصے سے بولا: ''تم نے غداری کی ہے اور اس کی سزا موت ہے۔'' بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیتے ہوئے کہا: ''لے جاؤ، اسے اور زندان میں ڈال دو، کل ہم اسے سرِ عام پھانسی دیں گے۔''

ابھی سپاہی اسے پکڑ کر لے جا ہی رہے تھے کہ اچانک باہر سے دو سپاہی بھاگتے ہوئے آئے اور بولے: ''بادشاہ سلامت! پڑوسی ملک نے ہماری سرحد پر حملہ کر دیا ہے۔''

یہ سن کر سپہ سالار چیختے ہوئے بولا: ''بادشاہ سلامت! مجھے صرف ایک موقع دیں۔ مرنے سے پہلے میں کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے دشمنوں کو راز دیا ہے تو میں اس کا تدارک بھی میں ہی کر سکتا ہوں۔ آپ مجھ پر بھروسا رکھیے۔''

بادشاہ سلامت نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا: ''ٹھیک ہے، مگر میرے سپاہی تم پر مسلسل نظر رکھیں گے۔''

اس نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور تلوار لہراتا ہوا دشمنوں کی طرف لپکا۔
جنگ مسلسل تین دن تک جاری رہی۔ سپہ سالار نے جو کہا تھا، سچ کر دکھایا۔ دشمنوں کو منھ کی کھانی پڑی۔
جنگ کے بعد اب سپہ سالار بادشاہ کے روبرو کھڑا تھا۔ بادشاہ بولا: ''گو کہ تم پھانسی کی سزا کے مستحق ہو، لیکن تم نے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرتے ہوئے دشمنوں کو خاک چٹائی ہے، اس لیے ہم تمھاری پھانسی کی سزا ختم کر کے معمولی سزا دے رہے ہیں، یعنی سال بھر کے لیے اندھیرے کنویں میں رہنے کی سزا۔''
وہ بولا: ''لیکن میں نے جو خواب دیکھا تھا اس کے مطابق تو میری موت واقع ہونی تھی۔ شاہی نجومی نے بھی اس کی تصدیق کی تھی۔''
بادشاہ بولا: ''موت تو برحق ہے اور ہر نفس کو اس کا مزہ چکھنا ہے۔ اگر تم یہ گناہ کرنے سے پہلے ہی اپنی موت کو یاد رکھتے تو کبھی اس گناہ کے مرتکب نہ ہوتے۔ کیا ضروری ہے کہ جب انسان اپنی موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھے جب ہی گناہوں سے باز آئے۔ جب موت برحق ہے تو انسان اسے یاد کر کے اپنے گناہوں سے کیوں باز نہیں آتا۔'' یہ کہہ کر بادشاہ خاموش ہو گیا۔
سپاہی جب اسے لے جانے لگے تو پاس ہی شاہی نجومی بھی کھڑا تھا۔ وہ نجومی سے بولا: ''اس کا مطلب ہے کہ تمھاری بتائی ہوئی تعبیر غلط تھی؟''
نجومی بولا: ''میری تعبیر غلط نہیں تھی، آپ ادھوری بات سن کے روانہ ہو گئے تھے، یعنی آپ نے ادھوری تعبیر سنی تھی۔''
ادھوری تعبیر، کیا مطلب؟'' سپہ سالار نے پوچھا۔
نجومی نے کہا: ''میں نے کہا تھا کہ آپ صرف تین دن تک آسمان دیکھ پائیں گے، اس کے بعد...... آپ پوری بات سنے بغیر اپنی موت از خود تجویز کرتے ہوئے چلے گئے تھے۔ پوری تعبیر یہ تھی کہ آپ تین دن تک سورج دیکھ سکو گے، اس کے بعد آپ بہت دنوں تک ایک ایسی جگہ رہیں گے، جہاں سے آپ سورج نہیں دیکھ پائیں گے۔''

انعامی سلسلہ ۲۹۲

معلومات افزا

س۔ف

درجِ ذیل **۱۰** سوالات کے جوابات **۱۵/اپریل ۲۰۲۰**ء سے قبل بھجوادیں۔ جواب کے ساتھ کوپن کا آنا ضروری ہے۔ تمام درست جواب دینے والے پندرہ نونہال انعام کے حق دار ٹھہریں گے۔ تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں انعام کا فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے کیا جائے گا۔

۱ حج اور عمرہ میں احرام کھولنے کے وقت سر کے بال منڈانے کو .... کہتے ہیں۔
(وقوف ۔ حلقِ راس ۔ رمی جمار)

۲ پاکستان کا پہلا پاسپورٹ .... کو جاری کیا گیا۔ تھا (خواجہ ناظم الدین ۔ قائداعظم ۔ لیاقت علی خاں)

۳ فوجی اصطلاح میں گولہ بارود اور دیگر فوجی سامان رکھنے کی جگہ کو .... کہتے ہیں۔
(میگزین ۔ مخزن ۔ بیرک)

۴ مشہور عالم حنین بن اسحاق کو خلیفہ .... نے بغداد میں بیت الحکمت کے شعبۂ ترجمہ کا افسرِ اعلا مقرر کیا تھا۔
(ہارون الرشید ۔ امین الرشید ۔ مامون الرشید)

۵ مشہور جہاز راں واسکوڈی گاما کا تعلق .... سے تھا۔ (سینی گال ۔ پرتگال ۔ نیپال)

۶ بخارسٹ (Bucharest) یورپ کے ایک ملک .... کا دارالحکومت ہے۔
(مقدونیہ ۔ البانیہ ۔ رومانیہ)

۷ ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹی سب سے پہلے (۲۹/مئی ۱۹۵۳ء) .... کے ایڈمنڈ ہلیری نے سر کی تھی۔
(نیوزی لینڈ ۔ آئس لینڈ ۔ پولینڈ)

۸ ''رئیس المتغزلین'' مولانا .... کو کہا جاتا ہے۔ (شبلی نعمانی ۔ حسرت موہانی ۔ الطاف حسین حالی)

۹ اردو زبان کا ایک محاورہ یہ ہے: ''مالِ مفت، ....'' (دلِ بے درد ۔ دلِ بے صبر ۔ دلِ بے رحم)

۱۰ ممتاز شاعر کلیم عاجز کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

دامن پہ کوئی چھینٹ، نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ .... کرو ہو!

(کمالات ۔ کرامات ۔ طلسمات)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر۲۹۱ (اپریل ۲۰۲۰ء)

نام : ---

پتا : ---

عمر : ------------------------------ تعلیم : ------------------------------

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (اپریل ۲۰۲۰ء)

عنوان : ---

نام : ---

پتا : ---

عمر : ------------------------------ تعلیم : ------------------------------

کوپن برائے نام بوجھیے (اپریل ۲۰۲۰ء)

نام شخصیت : ---

نام نونہال : ------------------------------ عمر : ---------- تعلیم : ----------

پتا : ---

ایک کوپن، ایک نونہال کے لیے ہے۔ ایک ہی عنوان لکھیے۔
اپنا پتا صاف اور خوش خط لکھیے۔ کوپن کو A4 سائز کے کاغذ پر چسپاں کیجیے اور
۱۵ اپریل ۲۰۲۰ تک بھجوا دیجیے۔

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری ہمدرد فاؤنڈیشن کے فلاحی کاموں کا ایک حصہ ہے۔ ہر مہینے پورے پاکستان میں ہزاروں مریضوں کا مفت طبی معائنہ کرنے کے بعد مفت ادویات بھی دی جاتی ہیں۔ یہ فری موبائل ڈسپنسریاں کراچی ، لاہور، ملتان، بہاول پور، فیصل آباد، سرگودھا، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ، سکھر، حیدرآباد اور آزاد کشمیر میں مستحق مریضوں کے لیے مخصوص ہیں۔

کراچی کے لیے چھے گاڑیاں درجِ ذیل علاقوں میں خدمت پر مامور ہیں

غازی آباد، گلشن بہار، اورنگی نمبر 13، قائم خانی کالونی، بلدیہ ٹاؤن، نیوکراچی سیکٹر D-11، سیکٹر F-11، نئی آبادی، یوسف گوٹھ، لیاری ایکسپریس وے، خدا کی بستی، کورنگی نمبر 2، کورنگی سو کوارٹرز، کورنگی نمبر 4، ونگی گوٹھ، محمود آباد، عمر گوٹھ، ایوب گوٹھ، مدرسہ انوارالایمان، سلطان آباد، مدرسہ منبع العلوم، وھیل کالونی، اکبر گراؤنڈ، مہاجر کیمپ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 3، شفیع محلّہ (لال مسجد)، نور شاہ محلّہ، مواچھ گوٹھ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 7، مشرف کالونی بلاک سی، ایف، ای اور اے روڈ، لیاقت آباد پیلی کوٹھی، کوثر نیازی کالونی، مجید کالونی اور ملیر۔



جوابات معلومات افزا - ۲۹۰

۱۵انعام یافتہ نونہالوں کو ایک ایک کتاب روانہ کی جائے گی۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکرؓ، حضورِ اکرمؐ سے عمر میں تقریباً............سال چھوٹے تھے۔ (ایک ۔ ڈھائی ۔ پانچ)

۲۔ اقوامِ متحدہ کی بنیاد ۱۹۴۵ء میں امریکی شہر............ میں رکھی گئی تھی۔ (سان فرانسسکو۔ واشنگٹن ۔کولمبیا)

ہندوستان کی پہلی مسلمان خاتون حکمران ....تھی۔ (زیب النسا ۔ رضیہ سلطانہ ۔ نور جہاں)

۳۔ مشہور عوامی رہنما ہو چی منہ عوامی جمہوریہ............ کے پہلے صدر تھے۔ (ویت نام ۔کمبوچیا ۔ الجزائر)

۴۔ ''ولنگٹن'' ....کا دارالحکومت ہے۔ (فن لینڈ ۔ گرین لینڈ ۔ نیوزی لینڈ)

۵۔ جناب عمران اسماعیل صوبہ سندھ کے............ ویں گورنر ہیں۔ (۳۱ ۔ ۳۲ ۔ ۳۳)

۶۔ مشہور کتاب ''خمارِ گندم'' ممتاز مزاح نگار......کی تصنیف ہے۔ (ابنِ انشا۔ مشتاق یوسفی ۔کرنل محمد خان)

۷۔ ایک ریل گاڑی دس منٹ میں آٹھ میل کا فاصلہ طے کرتی ہے تو سات سو بیس میل کا فاصلہ............ گھنٹوں میں طے کرے گی۔ (تیرہ ۔ چودہ ۔ پندرہ)

۸۔ اردو زبان کی ایک ضرب المثل یہ ہے/ ''اُلٹا چور............کو ڈانٹے۔'' (قاضی ۔ سنتری ۔ کوتوال)

۹۔ مشہور شاعر ناطق لکھنوی کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

۱۰۔ کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت   جس کا جتنا .... ہے، اتنا ہی وہ خاموش ہے

(حوصلہ ۔ ظرف ۔ دبدبہ)

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے خوش قسمت نونہال

☆ کراچی: محمد سہیل تونسوی، مشاہد حسین صدیقی، زینب ناز سلطان، مدثر شاہ نواز، معارج بن طارق مغل، سائم نواز، نمرہ فیصل ☆ سانگھڑ: تسبیحہ شکیل احمد منصوری ☆ ننکانہ صاحب: محمد حسن قادری۔

☆ نواب شاہ: ثانی زہرہ ☆ لاہور: رابعہ ندیم ☆ اسلام آباد: لائبہ امان۔

☆ حیدرآباد: تحریمہ شاہد ☆ پرانا سکھر: محمد حسن ☆ ڈگری: مصعب عمران۔

۱۰ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ افرا عامر، محمد حسن دانش منصوری جی، سارہ عبدالواسع، عائشہ اشرف صدیقی، فاطمہ توقیر، ہما ساجد، محمد یوسف مغل، مدثر شاہ نواز، احتشام الدین، محمد عبداللہ، سیدہ کشف مشعال، سیدہ ناہید نرگس، علینا اختر، حافظہ حور لائبہ خداداد، سیدہ سارہ کاظمی، اریبہ محمد، مصباح شاہ، عبدالرحمٰن عارف، یمنیٰ شیخ، سندس شاہ، سیدہ فاطمہ شعیب، آرز جنید، لبابہ ابراہیم دہلوی ☆ راولپنڈی: ہانیہ نور بٹ، شفق نور ☆ نواب شاہ: عروبہ فاطمہ بٹ ☆ لاہور: زین العابدین، اسامہ ضیا ☆ اسلام آباد: عذرا جمیل، زینب عثمان ☆ حیدرآباد: ملک فائیت جاوید، عمار خالد اختر انصاری، عائشہ ایمن عبداللہ، محمد یوسف قریشی، ضیاء الدین ☆ پرانا سکھر: محمد حسیب ☆ میرپور خاص: وقار احمد ☆ کالا گجراں: سیماں کوثر ☆ رحیم یار خان: پریشے حبیب ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: سعدیہ کوثر مغل ☆ خوشاب: قمر الزمان ☆ گوندلانوالہ: عشل حفیظ ☆ اڈا گیمبر: محمد جہاں زیب۔

۹ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ کراچی: سید عفان علی جاوید، سیدہ جویریہ جاوید، سید باذل علی اظہر، سید شہظل علی اظہر، سیدہ سالکہ محبوب، سیدہ مریم محبوب، کرن رانا، سیدہ ماہم شاہ، عبداللہ فیصل فریدی، آمنہ نجیب، محمد احمد اسلم، حبیب محمد خان، عبیرہ انصاری، حُر بن اشعر، رباب فاطمہ، محمد عالم ☆ لاہور: امتیاز علی ناز، ولید اشرف ☆ اسلام آباد: فائزہ جواد، محمد ماحِ بن باسط ☆ حیدرآباد: سید محمد حسین شاہ، مرزا حیان بیگ ☆ ٹیاری: راحیل خان بہلم پٹھان، نیلوفر خان بہلم پٹھان ☆ میرپور خاص: اسما خان ☆ راولپنڈی: محمد سلمان بٹ ☆ ڈھوک ہستال: محمد حسان عبداللہ ☆ ڈیرہ غازی خان: رفیق احمد ناز ☆ مظفر گڑھ: محمد یحییٰ خان لغاری ☆ ملتان: صبغہ اطہر۔

۸ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ کراچی: فرحین فراز، سعد بن ضیا، محمد حذیفہ ☆ اوباڑو: شہباز، فلک رانی شیخ ☆ لاہور: عشرت جہاں۔

۷ درست جوابات بھیجنے والے ذہین نونہال

☆ کراچی: محمد حیان شاہ فیصل، غلام محمد سرور، عائشہ اشرف، محمد عاصم آصف مغل۔

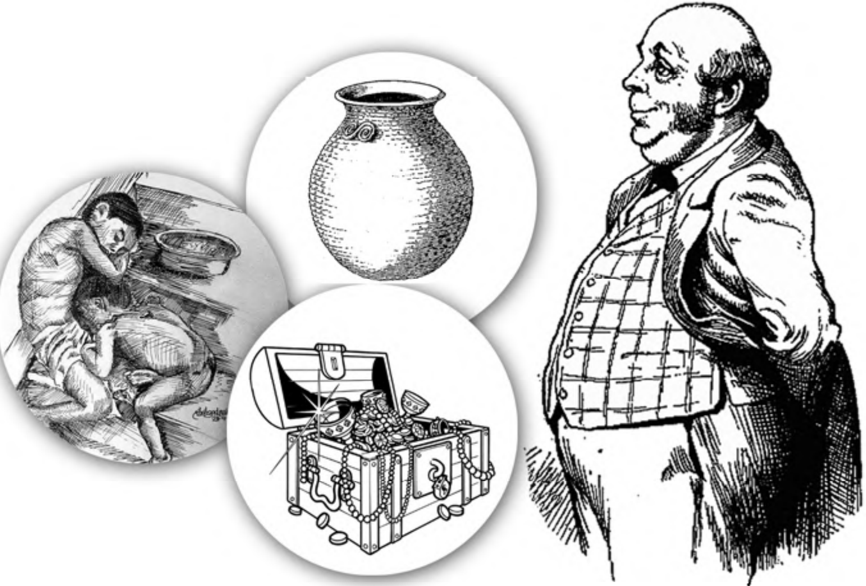
۶ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ کراچی: آمنہ بخت آور، محمد صادق۔

بلاعنوان انعامی کہانی

م۔ندیم

بہت دنوں کی بات ہے۔کسی شہر میں ایک مال دار آدمی رہتا تھا۔اس کا نام فقیر چند تھا۔وہ شہر کا سب سے مال دار آدمی تھا،مگر کنجوس مکھی چوس بھی تھا۔اس کا حلیہ بھی عجیب تھا۔باہر کو نکلی ہوئی تو ند، چھوٹا سا قد، جب وہ چلتا تو معلوم ہوتا تھا کہ فٹ بال لڑھک رہی ہے۔فقیر چند کی بیوی بہت اچھی عورت تھی۔ وہ غریبوں کی مدد کیا کرتی تھی۔منگل کے دن تو سیٹھ فقیر چند کی حویلی کے دروازے پر سارے شہر کے



فقیروں اور اپاہجوں کا ہجوم رہتا تھا، کیوں کہ اُس دن سیٹھ کی بیوی ہر فقیر کو ایک پاؤ آٹا خیرات دیا کرتی تھی۔ سیٹھ جی کو یہ بات بہت بُری لگتی تھی، مگر وہ بیوی کا مان بھی رکھتے تھے، اس لیے کچھ کہتے نہ تھے۔

ایک بار سیٹھ جی نے بیوی کو سمجھایا بھی تھا: ''ان فقیروں، سادھوؤں کو خیرات دینے سے کوئی فائدہ نہیں۔ یہ سب بازار میں بیچ دیتے ہیں اور افیم کھاتے ہیں، دَم لگاتے ہیں اور موج کرتے ہیں۔ یعنی ہمیں بے وقوف بناتے ہیں۔''

اس بات پر بیوی نے سیٹھ جی سے کہا تھا: ''بھگوان نے ہمیں جو اتنی ساری دولت دی ہے، وہ اسی خیر خیرات کا نتیجہ ہے۔'' پھر اس نے سیٹھ جی کو ان کی غریبی کا زمانہ یاد دلایا، جب ان کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ سیٹھ جی کو اس بات سے سخت چڑ تھی کہ کوئی ان کا بیتا ہوا زمانہ یاد دلائے کہ وہ کیا تھا اور اب کیا ہیں، کیوں کہ وہ اپنے آپ کو خاندانی سیٹھ کہتے تھے، اس لیے وہ چپ ہو رہے۔

دنیا کے دوسرے مال دار آدمیوں کی طرح سیٹھ فقیر چند کو بھی اپنی دولت بڑھانے کی فکر لگی رہتی تھی۔ ان کے گودام میں شکر، نمک، تیل، گیہوں، چاول اور دالوں کے انبار لگے رہتے تھے۔ وہ شہر کے سب سے بڑے تھوک بیوپاری تھے۔ جب قیمتیں بڑھتیں تو سیٹھ جی کا خون بڑھ جاتا اور اگر بھاؤ گھٹتا تو سیٹھ جی پریشان ہو جاتے۔ ان کی راتوں کی نیند حرام ہو جاتی۔ بھوک غائب ہو جاتی۔

ایک سال ایسا ہوا کہ ملک میں بارش نہیں ہوئی۔ قحط پڑ گیا۔ اناج بازار سے غائب ہو گیا اور غلے کی قیمتیں بہت بڑھ گئیں۔ سیٹھ جی نے اناج کی فروخت بند کر دی، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ اناج کی قیمتیں اور بڑھیں گی۔ منگل کے دن شہر کے فقیروں اور اپاہجوں کو جو آٹا ملا کرتا تھا

وہ بھی ملنا بند ہو گیا۔

ایک دن صبح صبح سیٹھ جی ناشتا کر کے آرام سے بیٹھے حُقّہ پی رہے تھے۔ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا: ''سیٹھ فقیر چند جی! آپ کی دولت بڑھے، آپ کی صحت اچھی رہے، میں غریب آدمی ہوں۔ میرے بچے بھوکے مر رہے ہیں۔ مجھے چند سیر چنے دے دیجیے۔ میں چنے کھلا کر ان کا پیٹ بھر دوں گا اور آپ کو ساری زندگی دعائیں دوں گا۔''

سیٹھ کو بہت غصہ آیا اور انھوں نے اسے ڈانٹ کر بھگا دیا۔ دوسرے دن وہ آدمی پھر آیا۔ اس کے ہاتھ میں پیتل کا ایک لوٹا تھا۔ سیٹھ جی نے اسے دیکھا تو غصے سے بولے: ''اب کس لیے آئے ہو؟ میں تم کو ایک دانہ بھی نہیں دے سکتا۔ اپنی خیر چاہتے ہو تو یہاں سے فوراً نکل جاؤ، ورنہ......''

اس آدمی نے سیٹھ جی کی بات کاٹ کر کہا: ''مگر سیٹھ جی! آپ ہی کے فائدے کی بات ہے۔ آپ مجھے نہیں پہچانتے، کوئی بات نہیں۔ کم از کم اس پیتل کے لوٹے کو تو پہچانتے ہی ہوں گے۔ اس پر آپ کا نام بھی کھُدا ہوا ہے۔ فقیر چند ولد گھسیٹ چند۔ شاید آپ کو یاد ہو جب آپ نئے نئے شہر میں آئے تھے تو یہ لوٹا راموبھڑ بھونجے کے پاس چار آنے میں گروی رکھا تھا اور آپ نے رسید بھی لکھ دی تھی۔ یہ بات ذرا پرانی ہے، کوئی بیس سال پہلے کی۔ آپ اسے چھڑانا بھول گئے۔ خیر کوئی بات نہیں، بڑے لوگوں کی یادداشت کم زور ہوتی ہے۔ میرا فرض تھا کہ میں آپ کی چیز آپ کو واپس کر دوں۔ کیا خیال ہے؟ کچھ یاد آیا آپ کو؟''

سیٹھ جی کا غصہ یہ سنتے ہی کافور ہو گیا۔ انھوں نے اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی ان کی بات چیت تو نہیں سن رہا ہے۔ پھر کہنے لگے: ''ہاں ہاں، مجھے خوب یاد ہے۔ تم نے اچھا کیا میرا لوٹا لے آئے۔ میں ابھی تمھیں چار آنے دیتا ہوں۔ میرا لوٹا مجھے دے دو۔''

رامو ہنسا: ''ہاہا......سیٹھ جی! آپ مذاق کررہے ہیں۔بیس سال میں دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔جب آپ کی جیب میں ایک پیسہ بھی نہیں تھا۔آپ کا لباس ایک پھٹی دھوتی تھا۔آپ کے پاس صرف ایک پیتل کا لوٹا تھا۔آپ جب کنگال تھے، اب لکھ پتی ہیں۔جب فقیر چند تھے اور اب سیٹھ فقیر چند ہیں۔ ذرا آپ ہی ایمان داری سے کہیے، اس نایاب پیتل کے لوٹے کی قیمت کیا چار آنے ہی رہے گی۔''

''اچھا تو میں اس کی قیمت پانچ روپے دوں گا۔لاؤ میرا لوٹا مجھے واپس کردو۔''

رامو نے اس لوٹے کو اُنگلیوں پر نچاتے ہوئے کہا: ''دیکھیے اس پر آپ کا نام بھی لکھا ہے۔آپ نے جو رسید لکھی تھی، اس پر آپ کے دستخط بھی ہیں اور وہ بھی میرے پاس محفوظ ہے۔میں سوچتا ہوں اس لوٹے کو بازار میں نیلام کردیا جائے۔آپ بھی وہیں قیمت لگایئے۔بھلا سیٹھ فقیر چند کا لوٹا! اس کی قیمت تو ایک ہزار بھی کم ہے۔ایک۔دو۔تین......سیٹھ فقیر چند کا گروی رکھا ہوا پیتل کا لوٹا، پھر سارا شہر جان لے گا کہ سیٹھ فقیر چند بیس سال پہلے کیا تھے۔اچھا سیٹھ فقیر چند جی! اب میں چلتا ہوں۔آپ کا لوٹا میرے پاس حفاظت سے رہے گا۔'' یہ کہہ کر رامو دروازے پر سے نکل کر یہ جا وہ جا۔سیٹھ اُسے بلاتے ہی رہ گئے، مگر وہ نہ رکا۔

سیٹھ جی کو سکتہ سا ہوگیا۔بھوک غائب، نیند کوسوں دور۔ان کو رہ رہ کر یہ خیال پریشان کررہا تھا کہ اگر اس رامو بھڑ بھونجے نے ان کا راز فاش کردیا تو کیا ہوگا۔ان کی ساری عزت خاک میں مل جائے گی۔لوگ کیا کہیں گے۔سیٹھ فقیر چند جس کو لوگ جھک کر سلام کرتے ہیں، جس کا لاکھوں روپیہ بینک میں جمع ہے، جس کی عزت سارے شہر میں ہے، وہ اتنا غریب آدمی تھا کہ پیتل کا لوٹا ایک بھڑ بھونجے کے پاس گروی رکھا......سیٹھ کو اپنے اوپر غصہ آرہا تھا، مگر سچ بات تو یہ تھی کہ انھیں کیا پتا تھا کہ بیس سال بعد وہ لکھ پتی بن جائیں گے۔

بیس سال پہلے سیٹھ فقیر چند واقعی غریب آدمی تھے۔ وہ اپنے گاؤں سے نوکری کی تلاش میں شہر آئے۔ جیب میں پھوٹی کوڑی نہ تھی۔ کسی طرح پیدل سفر کرتے کرتے شہر تک آ گئے تھے۔ نئی جگہ، جان نہ پہچان۔ بھوک نے الگ پریشان کیا۔ ناچار ہوکر ایک ترکیب سمجھ میں آئی۔ انھوں نے اپنا پیتل کا لوٹا گروی رکھا اور چار آنے کی رسید لکھ دی۔ دو پیسے کے چنے لیے اور پیٹ بھرا۔

پھر فقیر چند کو ایک سیٹھ کا ہاں منشی گیری کی نوکری مل گئی۔ یہ سچ ہے کہ فقیر چند نے اتنی محنت اور ایمان داری سے کام کیا کہ سیٹھ کا اعتبار ان کو حاصل ہو گیا۔ تجوریوں کی چابیاں ان کے قبضے میں رہنے لگیں۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ سیٹھ اچانک بیمار پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو گئے۔ فقیر چند کی نیت میں فتور آ گیا۔ تجوری کھول کر انھوں نے ایک تھیلی نکال کر چھپا دی۔ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ سیٹھ کی موت کے بعد دولت تقسیم کے معاملے پر ان کے لڑکوں میں جھگڑا اچلا۔ فقیر چند کام سے الگ ہو گئے۔ شہر کے ایک کونے میں چھوٹی سی دکان کھول کر بیٹھ گئے۔ رفتہ رفتہ دکان بڑھی اور فقیر چند، سیٹھ فقیر چند بن گئے۔

سوچ سوچ کر سیٹھ جی ہار گئے۔ آخر ان سے نہ رہا گیا۔ دوسرے دن سویرے ہی وہ رامو بھڑ بھونجے کی دکان پر پہنچے۔ دیکھا تو ان کا لوٹا رسی سے بندھا ہوا چھپر سے لٹک رہا تھا۔ سیٹھ جی کو دیکھ کر رامو مسکرایا اور بولا: ''سیٹھ جی! آپ نے ناحق تکلیف کی۔ میں خود حاضر ہو جاتا۔ بتایئے میرے لیے کیا خدمت ہے؟''

سیٹھ کار سے اُترے اور رامو کے ساتھ اس کے ٹوٹے پھوٹے گھر میں گئے۔ رامو نے ان کو چارپائی پر بٹھایا۔ خود زمین پر بیٹھا۔ سیٹھ کو رامو کا گھر اور اس کا حلیہ دیکھ کر اپنی بیس سال پہلے کی زندگی یاد آ گئی۔ جب ان کی حالت بھی تقریباً ایسی ہی تھی۔

''رامو! میں تم کو ایک ہزار روپیا دوں گا۔ میرا لوٹا مجھے دے دو۔''

''سیٹھ جی! آپ کا لوٹا آپ کے قدموں پر حاضر کر دوں گا۔ مجھے ایک پیسہ بھی نہیں چاہیے۔ آپ کی دولت آپ کو مبارک۔ میں اتنا ہی کہوں گا کہ آپ بھی کبھی اتنے ہی غریب تھے، یعنی ہماری ہی برادری کے ایک معمولی سے آدمی...... آج آپ بڑے آدمی ہیں۔ اپنے آپ کو اور اپنے بھائیوں کے دکھ درد کو بھول گئے ہیں۔ آپ کے گوداموں میں غلہ پڑا ہے۔ اَن گنت انسان بھوکوں مر رہے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو بھوکے مرتے انسان بچ سکتے ہیں۔ آپ کو اپنی عزت کی فکر ہے، بھوکے مرتے انسانوں کی نہیں۔''

''تو تم کیا چاہتے ہو؟''

''میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مرتے ہوئے انسانوں کو بچایئے۔ اسی میں سچی خوشی ہے۔ یہ آپ کا فرض بھی ہے۔ میں آپ کا لوٹا نیلام کر سکتا ہوں، مگر میں اتنا ذلیل آدمی نہیں۔ غریب ضرور ہوں۔ آپ کو لوٹے کی کتنی فکر ہے، یہ آپ کے چہرے سے ظاہر ہے۔ کاش آپ کو اتنی ہی فکر غریبوں کی بھی ہوتی۔''

''بس کرو رامو! بس کرو۔ تم سچ کہتے ہو۔ تم نے میری آنکھیں کھول دیں۔ میں ایک ایک دانہ مفت بانٹ دوں گا۔'' یہ کہہ کر سیٹھ جی اُٹھ کھڑے ہوئے۔

ایک ہفتے تک سیٹھ فقیر چند کے گوداموں سے غریبوں کو مفت غلہ بٹتا رہا۔ یہی نہیں سیٹھ فقیر چند نے کئی ہزار کی رقم اور کپڑا مفت غریبوں میں تقسیم کرنے کے لیے بھی دیا۔ پھر شہر کے دوسرے آدمیوں نے بھی سیٹھ کی دیکھا دیکھی ایسا ہی کیا۔ سیٹھ کی بیوی اور دوسرے لوگ سیٹھ کی دریا دلی پر حیران تھے، مگر یہ بات صرف رامو جانتا تھا کہ یہ ساری کرامت پیتل کے لوٹے کی تھی۔

بلاعنوان کہانی کے انعامات

شمارہ فروری ۲۰۲۰ء کی بلاعنوان انعامی کہانی کے تین اچھے عنوانات درجِ ذیل تین نونہالوں نے ارسال کیے ہیں:

۱۔ جان بچی اور لاکھوں پائے : آرزجنید، کراچی ۲۔ جنگل کے اس پار : رفیق احمد ناز، ڈیرہ غازی خان

۳۔ کرشمۂ فن : محمد سعید، کالا گجراں

چند اور اچھے عنوانات یہ ہیں:

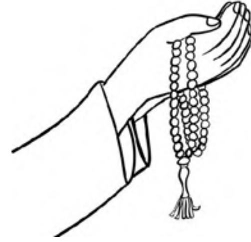
جنگل میں منگل ۔ سفر وسیلۂ ظفر، نکٹا دیو، دو ڈھولکیے ۔ جنگل کہانی ۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں دل چسپ عنوانات بھیجے

☆ کراچی: سمیر علی، محمد حسیان شاہ فیصل، غلام محمد سرور، دلاور، سہیل خان احمد علی شاہ، محمد صادق، آصف، محمد رمضان خان، شہباز خان خٹک، ضمیر خان بن ناصر خان، زبیر خان احمد خان، محمد علی محمد الطاف، فضل سلیمان خان، زوہیب خان خورشید، عبدالتواب سرحدی خان، محمد عباس زاہد، عبید سردار خان، حافظ عبدالباسط وسیم انصاری، رباب فاطمہ، عبدالرحمٰن عارف، حُر بن اشعر، مصباح شاہ، سیدہ ناہید نرگس، سائم نواز، علینا اختر، آمنہ بخت آور، عفان احمد انصاری، حبیبہ نعمان، فاطمہ ایوب چھیپا، محمد داؤد ابراہیم دہلوی، احتشام الدین، ناعمہ تحریم، محمد عبداللہ، محمد یوسف مغل، محمد طیب صدیقی، زینب ناز سلطان، ہما ساجد خان، عزیر اسلم، فاطمہ ناہید، ردا حمید، آمنہ اشرف، آمنہ نجیب، سیدہ ماہم شاہ، بشریٰ عبدالواسع، افرا عامر، ہانیہ ارسلان، محمد سہیل تونسوی، محمد حسن دانش منصوری جی، شایان احمد، خدیجہ معطر، سیدہ مریم محبوب، سیدہ سالکہ محبوب، سید شہظل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، سیدہ جویریہ جاوید، سیدہ عفان علی جاوید، خنسہٰ محمد عقیل شاہ، سید محمد احمد، عبیرہ طیب خان ☆ لاہور: امتیاز علی ناز، زین العابدین، معیز احمد قاضی، دعا بلال ☆ نواب شاہ: محمد عاصم آصف مغل، شانی زہرہ، عریشہ فاطمہ ☆ پرانا سکھر: محمد حسیب، محمد حسن ☆ راولپنڈی: زہرا نور بٹ، شفق نور ☆ حیدرآباد: نرین بانو سلیم الدین عباسی، عمار خالد اختر انصاری، عائشہ ایمن عبداللہ، محمد یوسف قریشی، سیدہ اقرا اعجاز، تحریمہ شاہد ☆ میرپورخاص: فیروز احمد، اسما احمد، مصعب عمران ☆ مٹیاری: تیمور جان بہلم پٹھان، شیر جان بہلم پٹھان ☆ اسلام آباد: رملہ عثمان ☆ ننکانہ صاحب: محمد حسن قادری ☆ مظفر گڑھ: محمد یحییٰ خان لغاری ☆ ملتان: صبغہ اطہر ☆ سانگھڑ: تسبیحہ شکیل احمد منصوری ☆ اوباڑو: فلک رانی شیخ ☆ کوٹ ڈ جی: عروج فاطمہ ☆ گوندلانوالہ: عشل حفیظ ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: سعدیہ کوثر مغل ☆ تلہ گنگ: محمد حسان عبداللہ۔

نونہال مشاعرہ

موضوع: ''خدا''



منتخب کردہ موضوع پر ملنے والے اشعار سے اندازہ ہوا کہ ہمارے نونہال کتنا اچھا ادبی ذوق رکھتے ہیں۔ خیال رہے کہ شعر اخلاق سے گرا ہوا نہ ہو۔ آیندہ کے لیے موضوع ہوگا ''جہان''۔

(ادارہ)

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا!

شاعر: مرزا غالب پسند: ایمن محمد عقیل شاہ، لیاری

ارادے جن کے پختہ ہوں، نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطُم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

شاعر: علامہ اقبال پسند: حمنیٰ محمد عقیل شاہ، عزیر اسلم، کراچی

میؔر بندوں سے کام کب نکلا!
مانگنا ہے جو کچھ خدا سے مانگ

شاعر: میر تقی میرؔ پسند: سعدیہ کوثر مغل، ٹوبہ ٹیک سنگھ

دلوں کو فکرِ دو عالَم سے کردیا آزاد
تیرے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

شاعر: مولانا حسرت موہانی پسند: احسان طاہر، کراچی

اول و آخر وہی ہے، ظاہر و باطن وہی
ذرّہ ذرّہ ہے اک نمونہ خدا کی شان کا

شاعر: خواجہ میر درد پسند: فرحان طاہر، گلشن اقبال

خدا گواہ کہ آنکھوں میں آگئے آنسو
کسی نے ہاتھ بڑھایا جو دوستی کے لیے

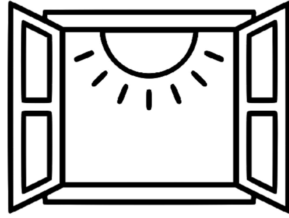
شاعر: راغب مرادآبادی پسند: ماہ رُخ، حیدرآباد

مقام تک بھی ہم اپنے پہنچ ہی جائیں گے
خدا دوست ہے، دشمن ہزار راہ میں ہیں

شاعر: آتش پسند: سیدہ ماہم شاہ، کراچی

تُو بنا میری مشکل کا مشکل کُشا
اے خدا، مجھ کو ہے تیرا ہی آسرا

شاعر: کرشن پرویز پسند: خنسہ محمد عقیل شاہ، لیاری



عِلم دریچے

مسلسل اور اچھا مطالعہ حصول علم کا بہترین ذریعہ ہے۔ مطالعہ کرتے ہوئے کوئی اچھی بات، کوئی اچھا قول، فکرانگیز مکالمہ، کوئی خوب صورت خیال نظر سے گزرے تو اسے اپنے علاوہ دوسروں کے لیے بھی محفوظ کر لیجیے۔ آپ جانتے ہیں ناں کہ علم کی تقسیم ہی علم کو ضرب دینے کے مترادف ہے۔ اپنی تحریر حوالہ کے ساتھ بھیجیے تاکہ اسے مستند سمجھا جائے۔

اقوال شیخ سعدی

محمد خرم رفیق پریاڑ، بہاول پور

☆ دنیا کا مال زندگی کے آرام اور سکون کے لیے ہے نہ کہ زندگی مال جمع کرنے کے لیے۔

☆ حاسد کے لیے بددعا کرنے کی ضرورت نہیں وہ تو پہلے ہی حسد کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے۔

☆ حق شناس جانور بھی ناشکرے انسان سے بہتر ہے۔

☆ وہ دشمن جو بہ ظاہر دوست ہو اس کی کاٹ کا زخم زیادہ گہرا ہوتا ہے۔

دنیا کا چھوٹا ترین ہرن

سمن ایم فاروقی، حیدر آباد

RoeRoe ہرن یورپ کا سب سے چھوٹا ہرن ہے جس کا قد محض ۹۰ سینٹی میٹر ہوتا ہے۔ نَر ہرن کے سینگ تقریباً ۳۰ سینٹی میٹر تک ہوتے ہیں۔ حیرت انگیز طور پر سال کے آخر میں یہ سینگ جھڑ جاتے ہیں اور فروری میں دوبارہ اُگ آتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ہرن ان دوسرے ہرنوں سے مختلف ہے جن کے سینگ بہار کے موسم میں جھڑتے ہیں اور گرمیوں میں دوبارہ اُگ جاتے ہیں۔ جب ہرن کے سینگ اُگتے ہیں تو یہ نرم و ملائم ہوتے ہیں۔ ایک پتلی ملائم مخملی سی جلد ان کو ڈھانپے ہوتی ہے بعد میں یہ مخملیں سطح درختوں سے رگڑ کھانے کے باعث ختم ہو جاتی، لیکن اس میں سے خون نہیں نکلتا۔ گرمی کے موسم میں ان کی رنگت لومڑی کی طرح گہرے چمکیلے سرخی مائل رنگ کی ہوتی ہے۔ اس وقت تک ان کی سفید دم

بھی نہیں نکلتی، مگر سریوں میں Roe ہرن کی رنگت بدل جاتی ہے اور ان کا چمکیلا سرخ رنگ گہرے بھورے رنگ میں بدل جاتا ہے اور ان کی سفید دُم بھی نکل آتی ہے۔ Roe ہرن خاندان کی صورت میں رہتے ہیں مادہ ہرنی بیک وقت دو بچے دیتی ہے جب یہ دو سال کے ہوتے ہیں تب ان کے سینگ نکلتے ہیں۔

صرف ایک غلطی

محمد مشتاق حسین قادری، مظفر آباد

ایک مرتبہ استاد محترم نے بلیک بورڈ پر ''۹'' کا پہاڑا لکھا۔

9x1=9
9x2=18
9x3=27
9x4=36
9x5=45
9x6=54
9x7=63
9x8=72
9x9=81
9x10=99

''نو'' کا پہاڑا مکمل لکھنے کے بعد بچوں کی جانب دیکھا تو بچے استاد پر خوب ہنس کر لوٹ پوٹ رہے تھے، کیوں کہ آخری ہندسہ غلط تھا، یعنی ۹۰ کے بجائے ۹۹ لکھا تھا۔ پھر استاد صاحب نے بچوں کو خاموش ہونے کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''میں نے آخری ہندسہ جان بوجھ کر غلط لکھا ہے، اس لیے کہ میں تمھیں اس کے ذریعے سے ایک بہت ہی اہم اور تجربہ والی بات بتانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ لوگ بھی تمھارے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں گے، جیسا تم نے دیکھا کہ میں نے نو بار صحیح لکھا، لیکن تم نے نظر انداز کر دیا، مگر وہ ایک غلطی پکڑ لی اور اس ایک غلطی پر ہنس رہے ہو۔ لوگ بھی تمھاری نو خوبیوں کو بھلا کر اس ایک غلطی کو نظر میں رکھتے ہیں اور پھر اسی کا مذاق اُڑا کر تمھیں پریشان کرتے ہیں۔

غور و فکر

انعم اقبال، کراچی

☆ حلال کمائی انسان کھاتا ہے اور حرام کمائی انسان کو کھا جاتی ہے۔
☆ نعمت کا نامناسب جگہ خرچ کیا جانا، ناشکری ہے۔
☆ دانا شخص وہ ہے جو وقت کو دیکھ کر اس کے

مطابق کام کرتا ہے۔
☆ لفظ ہمیشہ بے ذائقہ ہوتے ہیں انھیں لہجہ ہی تلخ یا میٹھا بناتا ہے۔
☆ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ماں باپ کی نافرمانی ہے۔
☆ سب سے اچھا عمل زبان کی حفاظت ہے، یعنی زبان سے بُری بات نہ نکالی جائے۔
☆ اچھے لوگ خوشیاں دیتے ہیں اور بُرے لوگ سبق۔
☆ اُمید آدھی زندگی ہے اور مایوسی آدھی موت۔
☆ زندگی کی اُمید رکھو، مگر اُمیدوں پر زندگی مت گزارو۔ جدوجہد کرتے رہو۔

سنہرے اقوال

کبشہ ادریس، کراچی

☆ دنیا میں وہی لوگ ترقی کرتے ہیں جو ایک وقت میں ایک چیز ایک ہی ہدف پر اپنی توجہ مرکوز کرتے ہیں۔
☆ کام یابی کے لیے مقصد کو ذہن میں رکھنا انتہائی ضروری ہے۔
☆ مشکل سے مشکل سفر کی تکمیل کے لیے پہلا قدم اُٹھا کر مسلسل چلنا ضروری ہے۔
☆ دانش مند اور عقل مند ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ کو یہ معلوم ہو کہ آپ کو کس چیز سے بچنا ہے۔

انمول موتی

دانیہ حامد خان، کراچی

زندگی میں اچھے الفاظ اور اچھے خیالات ہی خوب صورتیاں تخلیق کرتے ہیں۔ یاد رکھیں! جس چہرے کے ساتھ ہم پیدا ہوتے ہیں وہ ہمارا انتخاب نہیں ہوتا، مگر جس چہرے کے ساتھ ہم مرتے ہیں، اُسے تراشنے کے ذمے دار ہم خود ہوتے ہیں وہ ہمارے لفظوں، خوابوں اور دعاؤں کا عکس ہوتا ہے۔

خیال اپنا اپنا

اشفاق احمد، چارسدہ

سمندر میں ایک بچے کا جوتا کھو گیا تو اس نے سمندر کے ساحل پر لکھ دیا کہ یہ سمندر چور ہے۔
کچھ ہی فاصلے پر ایک شکاری نے جال پھینکا اور بہت سی مچھلیوں کا شکار کیا تو خوشی کے عالم میں اس نے سمندر کے ساحل پر لکھ دیا کہ یہ سمندر سخی ہے۔

ایک نوجوان غوطہ خور نے سمندر میں غوطہ لگایا اور وہ اس کا آخری غوطہ ثابت ہوا۔ کنارے پر بیٹھی غمزدہ ماں نے ٹپکتے ہوئے آنسوؤں سے ریت پر لکھا کہ یہ سمندر قاتل ہے۔

ایک بوڑھے شخص کو سمندر سے قیمتی موتی حاصل ہوا تو اس نے سمندر کے ساحل پر لکھا کہ یہ سمندر بہت مہربان ہے۔

پھر ایک بڑی لہر آئی اور سب کا لکھا ہوا مٹ گیا۔

لوگوں کی باتوں پر توجہ نہ دو۔ ہر شخص کا تجربہ الگ ہوتا ہے۔ اس لیے مخالفت مول نہیں لینی چاہیے، بلکہ غلط فہمیوں کو مٹا کر دوستی اور بھائی چارگی قائم کرنی چاہیے۔

رشتے

روبینہ ناز، کراچی

رشتے درختوں کی مانند ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ہم اپنے مفاد کی خاطر انھیں کاٹتے چلے جاتے ہیں اور آخر خود کو گھنے سائے سے محروم کر دیتے ہیں۔ رشتوں کی حفاظت کریں چاہے یہ خون کے ہوں یا احساس کے۔

جیلی فش

شمائم، اٹک

سمندر کی گہرائیاں مچھلیوں کی بہت سی انواع و اقسام سے بھری پڑی ہیں۔ ان میں ایک عجیب و غریب خصوصیات کی حامل مچھلی ''جیلی فش'' ہے۔ جیلی فش میں پانی کی مقدار ۹۹ فی صد ہے۔ جیلی فش آکسیجن کے بغیر بھی پروان چڑھ سکتی ہے۔ اسی لیے گزشتہ برسوں میں آبی آلودگی کے باوجود اس کی نسل بڑھ رہی ہے۔

حیران کن بات یہ ہے کہ جیلی فش میں سانس لینے کا عمل نہیں ہوتا۔ نہ اعصاب ہوتے ہیں اور نہ ہاضمے کا نظام ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود یہ ۲۴ گھنٹے خوراک کی تلاش میں رہتی ہے۔ اپنے اندرونی نظام کے ذریعے ارد گرد کے ماحول کو محسوس کر سکتی ہے۔ اس کی جلد اتنی باریک ہوتی ہے کہ اس میں آکسیجن جذب ہو جاتی ہے۔

اس کے لمبے لمبے دھاگوں جیسے اعضا میں زہریلے کانٹے ہوتے ہیں جو یہ ہتھیار کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ سب سے خطرناک جیلی فش Box Jellyfish ہے۔

نونہال ادیب

نونہال قلم کاروں کی تحریریں جو اُنھیں آگے چل کر یاد دلائیں گی کہ اُنھوں نے لکھنے کا آغاز کیسے کیا تھا



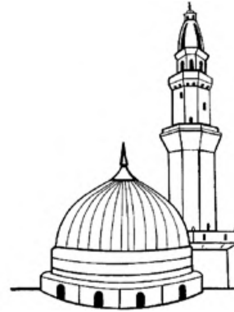
- شاکراللہ، کیماڑی
- مصباح آصف، احمد پورشرقیہ

حمزہ نعیم، بہاول پور

- محمد معیز انصاری، کراچی
- مصباح شاہ، کراچی
- لائبہ شکیل، لاہور
- صدیق الرحمٰن شاہ، سرگودھا

نعتِ رسول مقبول ﷺ

شاکر اللہ، کیماڑی



صبا بے شک آتی مدینے سے تُو ہے
کہ تجھ میں مدینے کے پھولوں کی بُو ہے
سنی ہم نے طوطی و بلبل کی باتیں
ترا تذکرہ ہے ، تیری گفتگو ہے
جیوں تیرے در پر ، مروں تیرے در پر
یہی مجھ کو حسرت ، یہی آرزو ہے
تیری راہ میں خاک ہو جاؤں مر کر
یہی میری حرمت ، یہی آبرو ہے
یہاں ہے ظہور اور وہاں نور تیرا
مکاں میں بھی تُو ، لامکاں میں بھی تُو ہے
جو بے داغ لالہ ، جو بے خار گل ہے
وہ تُو ہے ، وہ تُو ہے ، وہ تُو ہے

جھگڑالو بلی

حمزہ نعیم، بہاول پور



ایک دن جنگل کا بادشاہ اپنے وزیر چیتے کے ساتھ ریاست کی سیر کے لیے روانہ ہوا۔ راستے میں وزیر نے جنگل کے حالات کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا: ''بادشاہ سلامت! آپ کی حکومت سے ہر کوئی خوش ہے۔ سارے جانور امن اور سکون سے رہتے ہیں، لیکن ایک بلی ہے جو سب کے ساتھ لڑتی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے سب اسے جھگڑالو بلی کہتے ہیں۔''

''ہم کسی کو بھی اپنے جنگل میں فساد پھیلانے کی اجازت نہیں دے سکتے، اسے ضرور سبق سکھائیں گے۔'' شیر نے جواب دیا۔

وزیر بولا: ''جناب! وہ بڑی غصے والی اور بدتمیز

ہے، کہیں آپ کی بے عزتی نہ کردے۔''
''تم پریشان نہ ہو، جیسا شکار ویسا جال۔'' شیر نے کہا۔ شیر اور چیتا دونوں جنگل میں گھومتے رہے یہاں تک کہ دوپہر کا وقت ہوگیا۔ بادشاہ نے گھنے درختوں کے پاس ستانے کا ارادہ کیا۔
شیر درختوں کے سائے میں لیٹا آرام کر رہا تھا کہ اوپر سے ایک ہڈی اس کے سر پر گری۔ شیر نے غصے سے اوپر دیکھا تو ایک شاخ پر موٹی سی ایک بلی بیٹھی نظر آئی، جو بڑے مزے سے گوشت چبا رہی تھی اور ہڈیاں نیچے پھینک رہی تھی۔ شیر نے اشارے سے وزیر کو بلا کر اس بلی کے بارے میں پوچھا۔
وزیر نے بلی کی طرف دیکھا تو پہچان لیا اور کہنے لگا: ''حضور! میں نے صبح جس جھگڑالو بلی کے بارے میں بتایا تھا، یہ وہی ہے۔
شیر نے وزیر سے کہا: ''بلی کو ہمارے سامنے پیش کرو۔''
وزیر، بلی سے مخاطب ہو کر بولا: ''خالہ! نیچے آؤ، بادشاہ سلامت کو تم سے ضروری بات کرنی ہے۔''
وزیر کو جس کا ڈر تھا وہی ہوا۔ بلی چیخ کر بولی: ''مجھے خالہ کیوں کہا؟ ابھی میری عمر ہی کیا ہے؟ اپنے لفظ واپس لو۔''
شیر سمجھ گیا کہ وزیر سچ ہی کہہ رہا تھا، یہ تو واقعی جھگڑالو بلی ہے۔
اس نے وزیر کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور خود پیار سے کہنے لگا: ''محترمہ! میرا وزیر تو جاہل ہے، اس کی طرف سے میں معافی چاہتا ہوں، ذرا نیچے آیئے ایک حکومتی معاملے میں آپ سے مشاورت کرنی ہے۔''
بلی منھ چڑھاتے بولی: ''اچھا! معاف کیا، بولو کیا مشورہ چاہیے؟''
شیر نے بڑے پیار سے کہا: 'تم ایک لائق فائق بلی ہو، پورے جنگل میں تمھاری سمجھداری اور دانشمندی کے چرچے ہیں، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ تمھیں اپنا وزیر بنالوں۔''
یہ سنتے ہی موجودہ وزیر کے تو کان کھڑے ہوگئے اور وہ حیرت سے شیر کو دیکھنے لگا، مگر شیر نے آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے تسلی دی۔
دوسری جانب وزارت کی پیش کش سن کے بلی تو پھولے نہ سمائی، خوشی خوشی چھلانگ لگا کر درخت

سے نیچے اُتر آئی اور شیر کے قریب آ کر خوشی سے بولی: ''بادشاہ سلامت! مجھے قبول ہے۔''
لیکن شیر نے ایسا زوردار پنجہ مارا کہ بلی اُڑتی ہوئی درخت سے ٹکرائی۔ بلی نے اُٹھ کر بھاگنا چاہا، مگر ناکام رہی، شیر نے فوراً اسے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔
مقدمہ چلا اور بلی کو اپنے کیے کی سزا مل گئی۔ اس کے بعد بلی نے سب سے معافی مانگی اور کبھی کسی کو پریشان نہ کیا۔

مفید سزا

مصباح شاہ، کراچی



اسکول میں گرمیوں کی چھٹیاں شروع ہوگئی تھیں۔ اس وقت ہم چاروں بہن بھائی ''چھٹیاں کیسے گزاریں'' کے موضوع پر مذاکرات کر رہے تھے۔ سونیا کی نظر امی پر پڑی جو باورچی خانے میں کھانا بنا رہی تھیں۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک آئیڈیا آیا۔ وہ جوشیلے انداز سے بولی: ''ہم اپنا باورچی خانہ کھولتے ہیں۔''
''ارے وہ تو پہلے سے ہی کھلا ہوا ہے اور وہاں امی کھانا بھی بنا رہی ہیں۔'' ارمغان عجیب سی نظروں سے سونیا کو دیکھتے ہوئے بولا۔
''ارے موٹی عقل والے آدم زاد میرے کہنے کا مطلب ہے کہ ہم اپنا ہوٹل کھولتے ہیں جہاں ہم کھانا بنائیں گے، لوگوں کو کھلائیں گے، پیسے کمائیں گے۔ چھٹیوں سے فائدہ اُٹھائیں گے اور پیسے بھی ہاتھ آ جائیں گے۔'' سونیا بالکل بڑے لوگوں کی طرح سمجھاتے ہوئے بولی۔
''پہلے پہل تو ارمغان سنتا رہا پھر بولا: ''اچھا مجھے یہ تو بتاؤ کہ یہ موٹی عقل کا مطلب کیا ہوتا ہے میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ یہ عقل ہوتی کیسی

ہے۔لمبی، چھوٹی، پتلی یا موٹی، چوکور یا گول، یہ چلتی ہے یا اُڑتی ہے اور تمھیں کیا پتا میری عقل موٹی ہے یا پتلی تم دیکھ کر آئی ہو!''

بھیا نے مداخلت کی: ''اچھا، یہ بتاؤ کہ ہم اپنا ہوٹل کھولیں گے کہاں؟ کھانا بنائے گا کون؟ اور کھانا کھانے آئے گا کون؟''

صبا نے کہا: ''مجھے یہ ٹھیک لگ رہا ہے، ہمارا وہ کمرہ جو مین روڈ پر کھلتا ہے اُسے ہم ہوٹل بنائیں گے، کھانا باورچی خانے میں بنا کر کمرے میں رکھ دیں گے۔ ایک بڑا سے بینر بنوالیں گے، جس پر لکھا ہوگا کہ ہم نے ایک شان دار ہوٹل بنایا ہے جہاں نہایت ہی لذیذ کھانا دستیاب ہے۔

بھیا راضی ہوئے تو سارا کام آسان ہوگیا۔ تیسرے دن ہم نے اپنا اپنا کام سنبھال لیا۔ سونیا اور صبا نے پچھلا کمرا پہلے ہی صاف ستھرا کرلیا تھا۔ بھیا نے کھانا پکانے کا سامان اکٹھا کیا اگرچہ کچن میں سب کچھ بکھیرنے پر انھیں امی سے ڈانٹ بھی پڑی، جو انھوں نے چپ چاپ سن بھی لی۔

ارمغان سب کو ہوٹل کے بارے میں بتانے کے لیے چل پڑا، جہاں اسے عجیب عجیب باتیں سننی پڑیں، لیکن اس نے بہترین صبر کا مظاہرہ کیا۔ جب کھانا بنانے کی باری آئی تو ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا کے مصداق سب نے کھانا خراب کرنے میں پورا پورا حصہ لیا۔

سونیا نے دادا ابا کے ہاضمے کے چورن کو بطور گرم مسالا ڈالا۔ ارمغان نے نمک چیک کیا تو کم ہونے پر نمک ڈھونڈنے کے لیے نظریں دوڑائیں، بیسن کے پاس پڑے نمک کو چاولوں میں ڈالا جو حقیقت میں برتن دھونے والا سفید سفوف تھا۔

صبا نے جب چاولوں کو پانی کے اندر پھنس پھنس کر تیرتے ہوئے دیکھا تو ان کی آسانی کے لیے تھوڑا سا اور پانی ڈال دیا۔

بھیا نے دَم پر رکھے چاولوں کو چیک کرنے کے لیے پتیلی کا ڈھکن اُٹھایا تو دھواں ان کے چہرے پر پڑا دھویں سے بچنے کے لیے وہ

جلدی سے پیچھے ہٹے۔ عین اسی وقت ان کا پاؤں پتیلی پر لگا اور پتیلی ان کے پاؤں پر آ کر دھم کر کے گری۔ باورچی خانے کا ایک ایک کونا چاولوں کے نقش و نگار سے مزین ہو گیا اور ایک بار پھر وہ اپنا پاؤں پکڑ کر کہنے لگے:

''ارے...... ارے جل گیا۔ ارے جل گیا۔''

جب کہ ارمغان، سونیا اور صباح انھیں ایسے گھور رہے تھے جیسے کہہ رہے ہوں اگر بڑے نہ ہوتے تو بتاتے ہم آپ کو۔

تھوڑی دیر بعد کا نظارہ کچھ یوں تھا کہ ابو اپنی آرام دہ کرسی پر بیٹھے شہاب نامہ پڑھ رہے تھے جب کہ یہ چاروں بالکل ابو کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔

سزا کے لیے ابو کے حکمیہ الفاظ سنائی دیے:

''میری لائبریری کتابوں سے بھری ہوئی ہے۔ تم میں سے ہر ایک کم از کم پانچ کتابیں پڑھے اور اپنی رائے کا اظہار کرے۔ تاریخ کی کتابیں تمھیں بتائیں گی کہ ماضی میں کیا ہوتا رہا ہے۔ سفرناموں سے تم ہر ملک اور ہر شہر کی سیر کر سکتے ہو۔ سائنس کے موضوع پر کتابوں سے پتا چلے گا کہ انسان کیسے ترقی کی ہے اور آیندہ کیا ہونے والا ہے۔ مذہبی اور اخلاقی کتابیں پڑھ کر زندگی گزارنے کا سلیقہ آ جائے گا۔ یہ تمھارے لیے ایسی سزا ہے جس سے تم بھرپور فائدہ اُٹھا سکتے ہو اور چھٹیاں بھی اچھی گزریں گی۔''

وہ چاروں کچھ سوچتے ہوئے ابا جان کی لائبریری کی طرف چل دیے۔

جادوئی توتا

مصباح آصف، احمد پور شرقیہ



کسی گاؤں میں ایک لڑکا اپنی ماں کے ساتھ رہتا تھا۔ لڑکا محنت مزدوری کر کے گزر بسر کرتا تھا۔ والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ لڑکے کو جانور پالنے کا بہت شوق تھا۔

ایک دن لڑکا چھت پر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک

اس کو ایک توتا نظر آیا۔ اس نے اس توتے کی طرف دیکھا تو وہ اس کے قریب آ گیا۔ جیسے وہ اس سے دوستی کرنا چاہتا ہو۔ اس نے توتے کو آسانی سے پکڑ کر پنجرے میں محفوظ کرلیا۔

اگلے دن جب لڑکا کام پر جارہا تھا تو اس نے سنا کہ بادشاہ کی بیٹی پر کسی نے جادو کردیا ہے اور وہ بہت بیمار ہے۔

ایک جادوگر کو علاج کے لیے بلایا گیا تو اس نے بتایا کہ اس کا جادوئی توتا اُڑ گیا ہے۔ وہ مل جائے تو اس کے ذریعے شہزادی کی جان بچ سکتی ہے۔

بادشاہ نے اس توتے کو پکڑنے والے کے لیے منھ مانگے انعام کا اعلان کردیا اور یہ بھی بتادیا کہ وہ توتا صرف دن کی روشنی میں نظر آتا ہے۔

لڑکا کام سے فارغ ہوکر گھر گیا تو رات ہوچکی تھی۔ جب وہ کھانا کھا کر اوپر سونے کے لیے گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا توتا پنجرے میں نہیں ہے۔ جب کہ پنجرے کا دروازہ بھی بند تھا۔ لڑکا بہت اُداس ہوگا۔

جب وہ صبح اُٹھا تو دیکھا کہ توتا پنجرے میں ہی موجود ہے۔ اسے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔

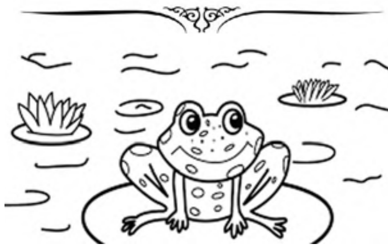
اچانک اسے وہ اعلان یاد آ گیا جس کے بارے میں اعلان کیا گیا تھا کہ توتا رات کو نظر نہیں آتا۔

وہ اپنی ماں کے ساتھ اس توتے کو لے کر محل گیا۔ جادوگر جو پہلے سے شہزادی کے پاس موجود تھا لڑکے کو دیکھ کر اس سے اپنا توتا لیا اور اس کا ایک پَر توڑ کر گیندے کے پھول میں لگایا اور شہزادی کے سرہانے رکھ دیا۔ کچھ ہی دنوں میں شہزادی جادو کے اثر سے آزاد ہوگئی۔

بادشاہ نے اعلان کے مطابق لڑکے کو مالا مال کردیا اور ایک شاہی نوکری بھی عطا کردی۔ لڑکا اور اس کی ماں خوشی خوشی رہنے لگے۔

مینڈک کی نصیحت

محمد معیز انصاری، کراچی



ایک دریا میں مینڈکوں کا ایک خاندان رہتا تھا، وہ بہت مزے سے اپنے دن گزار رہے تھے۔

اس دریا پر دو بیل روزانہ پانی پینے آتے۔ ایک دن مینڈکوں نے دیکھا کہ صرف ایک بیل پانی پینے آیا ہے۔ بزرگ مینڈک نے اس بیل سے پوچھا: ''میاں بیل! تمھارا ساتھی آج تمھارے ساتھ پانی پینے کیوں نہیں آیا؟''

بیل نے بڑی نفرت اور حقارت سے جواب دیا: ''ہم دونوں کے درمیان لڑائی ہوگئی ہے۔ اس لیے میں اکیلا یہاں آیا ہوں۔''

جب بیل پانی پی کر چلا گیا تو بزرگ مینڈک نے بچوں سے کہا: ''بچوں! جتنی جلدی ممکن ہو، اس دریا کے کنارے کو چھوڑ کر کہیں اور جا کر بسیرا کرلو۔''

بچوں نے وجہ پوچھی تو بزرگ مینڈک نے کہا: ''جہاں نا اتفاقی اور دشمنی جنم لے لے وہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔''

ایک نوجوان مینڈک اکڑ کر کہنے لگا: ''تم جانا چاہتے ہو تو خوشی سے جاؤ، میں تو یہیں رہوں گا۔ بھلا بیلوں کی دشمنی کا ہم سے کیا تعلق۔''

بزرگ مینڈک اپنے خاندان کو لے کر دریا کے دوسرے کنارے پر چلا گیا اور ناسمجھ مینڈک وہیں رہ گیا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ دونوں بیل ایک ساتھ پانی پینے آ نکلے۔ پہلے انھوں نے ایک دوسرے کو نفرت سے دیکھا اور پھر دونوں میں لڑائی شروع ہوگئی۔ دونوں بیل لڑتے لڑتے لہولہان ہوگئے۔ نوجوان مینڈک مزے سے لڑائی دیکھ رہا تھا کہ بیل لڑتے لڑتے اس پر آن چڑھے۔ مینڈک ان کے پاؤں کے نیچے آ کر کچلا گیا۔

مرنے سے پہلے نادان مینڈک کو بزرگ مینڈک کی نصیحت بہت یاد آئی کہ لڑائی اور دشمنی صرف لڑنے والوں کے لیے نہیں، بلکہ وہاں رہنے والوں کے لیے بھی خطرناک ہوتی ہے۔

ایک نیا عزم

لائبہ شکیل، لاہور



رات تین بجے کا وقت تھا۔ سب لوگ سو رہے تھے، لیکن وہ اب بھی ایک موم بتی کی روشنی میں

بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا۔ دل میں بہت سے مقاصد لیے محنت کرنے میں مصروف تھا۔

یہ سکندر تھا جو ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی۔ اسے پڑھنے کا بہت شوق تھا، مگر اس کے پاس فیس کے لیے پیسے نہ تھے۔ وہ اپنے ابا کے ساتھ سردار صاحب کے گھر ملازمت کرتا تھا۔ سردار کا بھی ایک بیٹا تھا۔ جس کا نام حیدر تھا۔ وہ حیدر سے اس کی پرانی کلاسوں کی کتابیں لے کر پڑھتا تھا۔ اس طرح پانچویں جماعت تک تو پڑھ لیا، مگر آگے پڑھائی مشکل تھی۔ اب حیدر کی کتابوں سے پڑھنا ناممکن تھا۔ انھی سوچوں میں کب رات گزری پتا ہی نہیں چلا۔

اگلی صبح سکندر اپنے باپ کے ساتھ کام پر جانے کے لیے تیار ہوا۔ آج وہ کچھ اُداس سا تھا۔ کام میں بھی کچھ دل نہ لگ رہا تھا۔ تب ہی سردار صاحب کا ایک دوست گھر آیا۔ جب اس نے سکندر کو پریشان دیکھا تو اس سے وجہ پوچھی۔ پہلے تو سکندر کچھ ہچکچایا، لیکن پھر سب کچھ کہہ ڈالا۔

سردار صاحب کے دوست بولے: ''بیٹا! وقت بدلتے پتا نہیں چلتا۔ کب لاٹھی کس کے ہاتھ میں ہو۔ ایک وقت تھا کہ میں تمھاری جگہ میں موجود تھا۔''

یہ سن کر سکندر حیران ہو گیا۔

''ہاں بیٹا! یہی سچ ہے! لیکن اس وقت ایک ہمدرد آدمی نے میری مدد کی تھی اور مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں بھی کسی ضرورت مند طالب علم کی مدد کروں گا۔ تو بیٹا! آج مجھے تمھاری صورت میں وہ ضرورت مند طالب علم مل گیا ہے۔ اب تمھیں بھی مجھ سے وعدہ کرنا ہوگا کہ تم بھی کسی ضرورت مند طالب علم کی مدد کرو گے۔'' یہ کہہ کر وہ سکندر کو لیے ایک اسکول کی طرف بڑھے۔ وقت نے کیسے پہیے لگائے پتا ہی نہیں چلا۔

آخر دس سال گزر گئے۔ ایک بہت عمدہ اور چمک دار لباس میں ملبوس ایک شخص ٹیبل پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ جب اس کی نظر ایک بچے پر پڑی جو کہ کاغذ کے ٹکڑے اکھٹے کر کے انھیں پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی چمک نے اسے اپنا بچپن یاد کرا دیا۔

وہ آدمی سکندر تھا۔ جب اس نے بچے کو دیکھا تو

اسے سردار صاحب کے دوست سے کیے وعدے یاد آئے۔ وہ اپنی ٹیبل سے اُٹھ کر بچے کے قریب پہنچا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

ہماری ذہانت

صدیق الرحمٰن شاہ، سرگودھا



امتحان میں جب میری اول پوزیشن آئی تو خوشی سے نہال ہوگیا۔ امی ابو نے سراہا اور خاندان کی دعوت کردی۔

دراصل لاڈلا بیٹا تھا، مگر افسوس امی، ابو کی خواہش و کوشش کے باوجود مہنگی ٹیوشن بھی مجھے کوئی خاطر خواہ کام یابی نہ دلا پائی کہ جس پر میں یا امی ابو فخر کر سکتے، مگر اس بار چوں کہ اول آیا تو خاندان بھر کی دعوت کر ڈالی۔

مقررہ دن میرے ہم عمر کزنز، چچا، تایا، پھوپھی وغیرہ سب میری اس کام یابی پر خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے۔ میں سب کی آنکھوں میں اپنے لیے عزت اور انوکھی سی اپنائیت محسوس کر رہا تھا۔

ہاں اگر کوئی میری کام یابی سے متاثر نہیں تھا تو وہ میری آپی جان۔ ان کے مطابق یہ کوئی کمال نہ تھا۔ اس بات نے مجھے مزید طیش دلا دیا کہ بقول آپی یہ کام یابی میری ذاتی محنت کا نتیجہ نہ تھی۔

ہم دونوں میں ٹھن گئی۔ میں نے کہا کہ اگر آپ کو یقین نہیں تو آپ مجھ سے نصابی کتب تو کیا ان کے علاوہ بھی جو سوال کرنا چاہتی ہیں، کریں۔ یہ بات میں نے دراصل اس لیے کہی تھی کہ آپی کا روزمرہ کا ایک بڑا اعتراض یہ بھی تھا کہ میں نصابی کتابوں کے رٹے لگاتا ہوں مزید کسی موضوع پر نہ کبھی سوچا ہے نہ غور و فکر کیا ہے۔

''ٹھیک ہے شام کو ابو اور امی کی موجودگی میں، میں تمھارا امتحان لوں گی۔'' آپی نے کہا اور

چھت پر چلی گئیں۔ وہ رسائل اور کتب جن پر کبھی نگاہِ التفات بھی نہ ڈالی تھی، آج میں امتحان کی تیاری کے لیے کھولے بیٹھا تھا۔

نہ جانے کیسا امتحان ہوگا۔ لکھنے والا یا سنانے والا۔ کون کون سے سوالات ہوں گے۔ جوابات دے بھی پاؤں گا یا آج میری شیخی کی اُڑتی ہوئی جھاگ بیٹھ جائے گی۔ فیصلہ شام کو ہونا تھا۔

جلد ہی امتحان گاہ یعنی طے شدہ کمرے میں پہنچے۔ آپی ایسے بیٹھی تھیں جیسے جج مجرم کے کٹہرے میں آنے کا انتظار کر رہا ہو۔ امی ابو ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے۔

''میں صرف ایک سوال کروں گی۔'' آپی نے کہا۔

''کیا......صرف ایک سوال؟'' ہم تینوں کے منھ سے بہ یک وقت نکلا۔

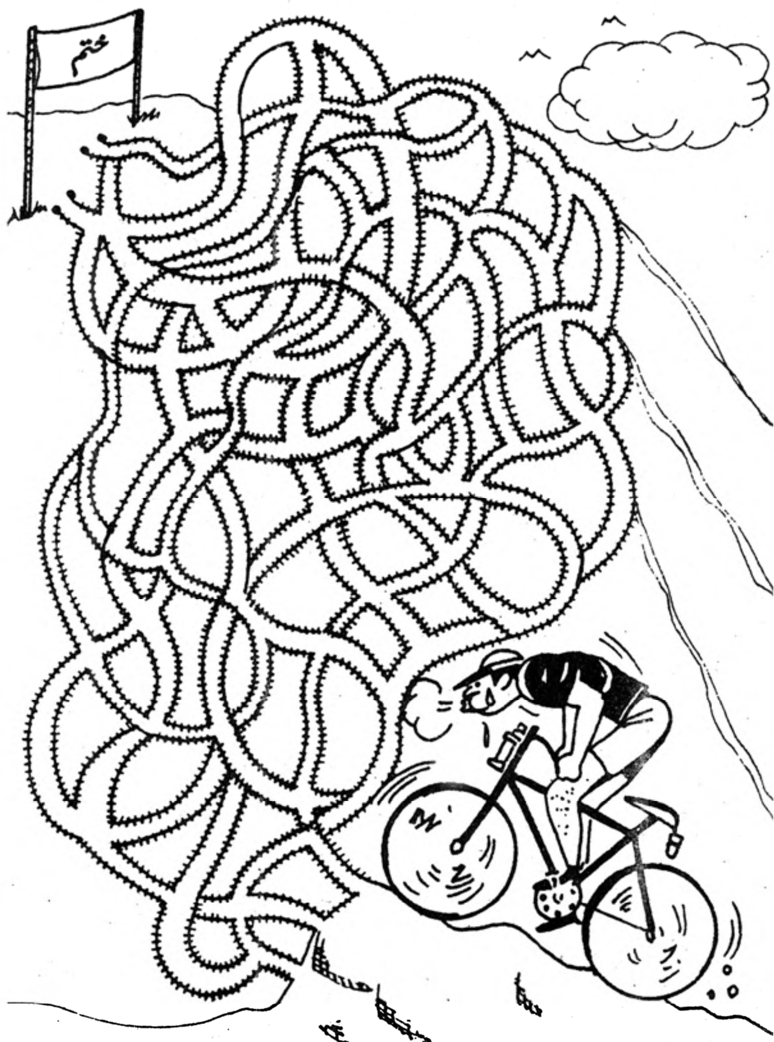
''ہاں! صرف ایک سوال اور وہ یہ کہ تمھیں روز بیس روپے کا نوٹ جیب خرچ کے لیے ملتا ہے۔ اس نوٹ پر (۲۰) کا عدد کتنی مرتبہ لکھا ہوتا ہے؟''

اس بے وقوفانہ اور عام سے سوال پر میں دل میں ہنسا اور جھٹ سے بولا: ''گیارہ مرتبہ۔'' میں یہ کام پہلے ہی کسی کے پوچھنے پر کر چکا تھا۔

''غلط۔'' آپی کا فیصلہ میری توقع کے خلاف تھا۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس کھیل کو دوستوں کے ساتھ کئی مرتبہ کھیل چکا تھا۔ پورے نوٹ کو کئی مرتبہ الٹ پلٹ کر ''۱۱ مرتبہ'' سے زائد ''۲۰'' نہ تلاش کر سکا۔ وہ بھی صرف ریاضی کے ہندسوں میں نہیں، بلکہ انگریزی میں لکھا ''Twenty'' اور اردو میں لکھا ''بیس'' بھی شامل کر چکا تب ہی بہ مشکل گیارہ بن سکے۔

پھر آپی سے ہی پوچھا تو انھوں نے کہا کہ سینکڑوں مرتبہ۔ میں حیران رہ گیا۔ آخر انھوں نے نوٹ کے اگلے اور پچھلے طرف بنی تین لکیروں کی طرف اشارہ کیا۔ پہلے تو کچھ سمجھ میں نہ آیا، مگر پھر عدسے کی مدد سے دیکھا تو یہ لکیریں نہیں، بلکہ ان کی جگہ ننھے ننھے ''۲۰'' جگمگا رہے تھے۔ اگر نوٹ کو دائیں طرف سے دیکھنا شروع کریں تو ایک لکیر قائداعظم کی ٹوپی سے جا ملتی ہے۔

چور نظروں سے آپی کی طرف دیکھا تو وہ اس ادا پر مسکرا دیں اور مجھے ان کے روزمرہ کے اعتراض میں صداقت نظر آنے لگی۔ سوال تھا تو غیر متعلقہ، مگر میری نالائقی کو ثابت کر گیا۔



پُرخار راستے کا سفر درپیش ہے۔

آپ کی ذہانت سائیکل سوار کو منزل تک پہنچا سکتی ہے۔

آدھی ملاقات



شاملِ اشاعت بیشتر خطوط ہمدرد نونہال فروری ۲۰۲۰ء سے متعلق ہیں

مجھے ہمدرد نونہال ذریعہ ڈاک حاصل کرنے کا طریقہ کار بتا دیں۔ میں آپ کی بے حد ممنون و مشکور ہوں گی۔

تسبیحہ شکیل احمد منصوری، سانگھڑ

رجسٹرڈ ڈاک سے منگوانے کے لیے ۸۰۰ روپے کا منی آرڈر روانہ کردیں۔ مکمل نام پتا بالکل صاف صاف لکھیے۔

۲۰۲۰ء کا دوسرا شمارہ بھی تمام شماروں کی طرح زبردست تھا۔ کہانیاں، نظمیں، معلومات، جاگو جگاؤ اور پہلی بات سب ہی بہت عمدہ تھیں، یعنی پورا شمارہ ہی اپنی مثال آپ تھا۔ سرورق بھی زبردست تھا۔

حمنہ محمد عقیل شاہ، لیاری، کراچی

فروری کا شمارہ بھی باقی شماروں کی طرح بہت دل چسپ تھا۔ سرورق کی تصویر میں بچی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اپنے اساتذہ کے مشورے سے دعائے سعید کو اپنے اسکول کی اسمبلی میں جاری کروانے کی کوشش کروں گی۔ جاگو جگاؤ اس بار بھی کچھ سکھا کر گیا۔ سلیم مغل کی پہلی بات پڑھی جس سے اللہ توکل پر اعتماد نے حیران کردیا۔ تمام کہانیاں اور تمام نظمیں اچھی تھیں۔ نونہال ادیب کی کہانیاں بہت محنت سے لکھی گئی تھیں اور زبردست تھیں۔ شین شرارت نے ہنسنے پر مجبور کردیا۔ تمام معلوماتی تحریریں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ نونہال لغت سے الفاظ کی درست ادائی کا علم ہوا۔

رقیہ محمد عقیل شاہ، لیاری، کراچی

تمام تحریریں دل چسپ تھیں۔ کافی دن ہو گئے ''میاں بلاقی'' کی کوئی کہانی شائع نہیں ہوئی۔ ہم اپنی تحریروں میں ڈراؤنی اور خوف ناک کہانیاں بھی بھیج سکتے ہیں؟ دوسرا سوال کہ شیکسپیئر کون تھا؟

شایان احمد، کراچی

شیکسپیئر دنیا کا بہت بڑا ڈراما نگار تھا۔ تفصیلی معلومات کسی شمارے میں شائع کریں گے۔ خوف ناک کہانیاں اگر قابلِ اشاعت ہوئیں تو چھپ سکتی ہیں۔

ہمدرد نونہال پڑھ کر بڑا مزہ آتا ہے۔ ہمیں ایک سے بڑھ کر ایک معلومات ملتی ہیں۔

سید محمد احمد، کراچی

سرورق بہترین تھا۔ دعائے سعید اور جاگو جگاؤ پڑھ کر اچھا سبق ملا۔ پہلی بات ہر بار کی طرح خوب تھی۔ کہانی پھول ناراض نہیں ہوں گے موسم کے حساب سے موزوں ہے۔ شین شرارت ہر بار کی طرح سپر ہٹ تھے۔ پانچواں احمق خوب تھی۔ شہید پاکستان حکیم محمد سعید کے ۱۰۰ ویں یومِ ولادت پر تصویریں خوب تھیں۔ سلیم مغل صاحب کی بیٹی نے تو ہم پاکستانیوں کا سر فخر سے اونچا کردیا اور بہت دعائیں بھی لیں۔ نونہال خبرنامہ ہر ماہ

نئی اور اچھوتی خبروں سے آ گاہ کرتا ہے۔

محمد حسن دانش منصوری جی، کراچی

فروری کا شمارہ زبردست تھا۔ سرورق پر بچی کی تصویر بہت پیاری لگ رہی تھی۔ جاگو جگاؤ پڑھ کر یہ احساس ہوا کہ بچوں کا سب سے پہلا حق تعلیم ہے۔ باقی کہانیوں سے بھی کچھ نہ کچھ سیکھنے کو ملا۔ شین شرارت پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ نونہال مشاعرے کو بہت یاد کیا۔ یہ سلسلہ پھر سے شروع کریں۔ اس ماہ کے رسالے میں کشمیر کے متعلق کوئی تحریر نہیں تھی۔

عائشہ جواد، اسلام آباد

کہانی ''پھول ناراض نہیں ہوں گے، کشمیر ہی سے متعلق تھی۔''

دعائے سعید بہت اعلا اور زبردست تھی۔ ''عظیم قائد'' قائداعظم کی خوب صورت باتوں کا سلسلہ بہت اچھا ہے۔ جاگو جگاؤ حکیم صاحب کے تجربات کا نچوڑ ہم سب کے لیے راہِ عمل ہے۔ پہلی بات پڑھ کر اپنے رب کو اور زیادہ اپنے دل کے قریب محسوس کیا۔ تمام کہانیاں بہت زبردست تھیں۔ شین شرارت تو نام ہی ہنسنے کا ہے، پڑھ کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ اس ماہ کا سفر نامۂ امریکا زبردست تھا۔ تصاویر بہت پیاری پیاری تھی۔ بلاعنوان کہانی پڑھ کر تو کانوں میں ڈھول کی آواز گونجنے لگی۔ نونہال مصور کی تمام کاوشیں بہت تعریف کی مستحق ہیں۔ خرم فرخی کا خبر نامہ پڑھ کر حیرت کے سمندر میں ڈوبتے چلے گئے۔ ننھی منی گلہری کی خوب صورت تصاویر اور مضمون معلوماتی تھا۔ سیدہ نازاں جبیں کی تحریر ''جھوٹ'' اس ماہ کی زبردست تحریر تھی۔ سلیم فرخی کا ''نام بوجھیے'' سلسلہ بہت معلومات سے بھرپور ہوتا ہے، پڑھنے میں بھی بہت مزہ آتا ہے۔ تمام نظمیں بہت اچھی تھیں۔ نونہال ادیب کی تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ آدھی ملاقات میں تمام خطوط بھی بہت محبت اور خلوص سے لکھے جاتے ہیں اور بہت اچھے ہوتے ہیں۔ لغت پڑھ کر کچھ اور ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوا۔

اُمِ ایمن محمد عقیل شاہ، لیاری، کراچی

پھول ناراض نہیں ہوں گے، بہت اچھی تھی۔ اسکیم زیرو زیرو پانچواں احمق، عظیم انسان، جھوٹ بہت ہی اچھی تھیں۔ تصویروں میں سیدہ فاطمہ شعیب، آمنہ توقیر اور میمونہ مرتضیٰ کی تصاویر بہت اچھی لگیں اور انکل آپ کو میری کہانیاں کیسی لگیں؟ کیا میں بڑی مصنفہ بن سکتی ہوں؟

دعا مصطفیٰ، خیر پور میرس

ابھی اپنی تعلیم پر دھیان رکھیے اور اردو املا پر توجہ دیجیے۔ پھر اچھی اچھی کہانیاں لکھیے۔

عظیم قائد اچھا رہا۔ جاگو جگاؤ میں ہر ماہ کی طرح ایک خوب صورت سبق تھا۔ پہلی بات میں ہر سطر ہر لفظ ایک دم سچ تھا۔ خاص کر آخری الفاظ نے دل پر اثر کیا۔ اسکیم زیرو زیرو اور اہم چیز زبردست تھیں۔ عظیم انسان میں رحمان صاحب واقعی عظیم انسان تھے۔ اگر ہمارے معاشرے میں بھی ایسے عظیم لوگ پیدا ہو جائیں تو ملک کو ترقی کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ جھوٹ ایک دل چسپ کہانی تھی۔ اس سے بھی ہمیں ایک بہترین سبق

ملا۔ پانچواں احمق پڑھ کر ہنسی بھی آئی اور غصہ بھی۔

تسبیحہ شکیل احمد منصوری، سانگھڑ

جاگو جگاؤ پر عمل کی ضرورت محسوس ہوئی۔ عظیم قائد اور غریب ترین وزیر اعظم پڑھ کر حیرت ہوئی۔ پھول ناراض نہیں ہوں گے، اسکیم زیرو زیرو، عظیم انسان، بلاعنوان کہانی، جھوٹ اور اہم چیز لاجواب تھیں۔ نونہال خبرنامہ حیرت انگیز تھا۔ پانچواں احمق لاجواب تھا۔ نام بوجھیے اور سفرنامہ امریکا سے معلومات حاصل ہوئیں۔ شین شرارت نے پکڑ کے گدگدانا شروع کر دیا۔ میں تو ہنس ہنس کر تھک گیا۔ اپنے گھر میں لائبریری بنایئے کی کتابیں مجھ تک کیسے پہنچیں گی؟

محمد یوسف مغل، کراچی

کتابوں کی قیمت منی آرڈر سے روانہ کر دیں۔

فروری کا شمارہ بھی دل کو بھا گیا۔ کہانیاں اور دوسرے تمام سلسلے اپنی مثال آپ تھے۔ پھول ناراض نہیں ہوں گے اور عظیم انسان، اہم چیز بہت ہی پسند آئیں۔ میں عرصہ ایک سال سے نونہال پڑھ رہا ہوں۔ اس اُمید پہ خط لکھ رہا ہوں کہ آپ بندۂ ناچیز کو مایوس نہیں کریں گے۔ نونہال کی مکمل ٹیم کو اتنی اچھی محنت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

جاوید اقبال طور، جلال پور جٹاں

فروری کا شمارہ ہاتھ میں آیا دل خوشیوں سے باغ باغ ہو گیا۔ روشن خیال صرف ایک تھا۔ بیت بازی بھی نہیں تھی۔ شین شرارت نے لوٹ پوٹ کر ہنسنے پر مجبور کر دیا۔ سلیم مغل کی صاحب زادی کے بارے میں پڑھ کر خوشی ہوئی اور اپنا بھی دل چاہنے لگا کہ ایک دن ہم بھی اپنے والدین کا نام روشن اور سر فخر سے بلند کریں۔ کہانیوں میں عظیم انسان، پھول ناراض نہیں ہوں گے، پہلے نمبر پر رہیں۔ اہم چیز اور اسکیم زیرو زیرو دوسرے نمبر پر۔ غریب ترین وزیر اعظم پڑھ کر حیرانی ہوئی۔ مجھے سلیم مغل کا سفرنامہ بہت پسند ہے، کیوں کہ وہ آسان اردو میں لکھتے ہیں اور تصاویر دیکھ کر تو اور مزہ آتا ہے۔ انکل! سلیم مغل کا سفرنامہ پورا ایک جلد میں مع تصاویر مل سکتا ہے؟ ہمدرد نونہال اسی طرح سالہا سال ترقی کرے، میری نیک تمنائیں نونہال کے ساتھ ہیں۔

سعدیہ سلطان، کراچی

یہ سفرنامہ فی الحال کتابی شکل میں نہیں ہے۔ انتظار کیجیے۔

فروری کا شمارہ پچھلے شماروں سے زیادہ اچھا تھا۔ سرورق بھی اچھا تھا۔ Massage of the month کچھ کچھ سمجھ میں آیا۔ دعائے سعید پہلی دفعہ پڑھی۔ عظیم قائد واقعی عظیم تھے۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات دونوں ہی سبق آموز رہے۔ نظم 'یہ جو اپنی گول زمین ہے' بہت اچھی لگی۔ نذیر انبالوی کی کہانی اس بار زبردست تھی۔ شین شرارت اس بار بھی عمدہ تھا۔ پانچواں احمق سمجھ میں نہیں آئی۔ سفرنامۂ امریکا دل چسپ ہے۔ بلاعنوان کہانی بس ٹھیک ہی تھی۔ نونہال مصور میں محمد صائم، رانیہ جمیل اور محمد اسد کی مصوری سب سے اچھی لگی۔ نونہال خبرنامے سے اہم خبریں موصول ہوتیں ہیں۔ سلسلہ جاری رکھیں۔ نونہال ادیب میں ایٹم بم سے انٹرویو، سب کے سب چور اور دو استاد بہت اچھی لگیں۔ اس کے علاوہ کہانیوں میں عظیم انسان، جھوٹ اور اہم چیز بھی پسند

آ ئیں۔ آدھی ملاقات میں عشرت جہاں، لاہور اور نعیمہ ناز سلطان کا خط لکھنے کا انداز پسند آیا۔

محمد احمد اسلم، کراچی

سرورق دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ یہ شین شرارت بہت اچھا سلسلہ ہے۔ آپ براہِ مہربانی کوئی پہیلیوں والا سلسلہ بھی شامل کر دیں۔ میں سرورق کے لیے تصویر بھیجنا چاہتی ہوں۔

سدرہ نور چشتی، ڈیرہ غازی خان

پوسٹ کارڈ سائز تصویر اسی پتے پر بھیج دیں، جس پر یہ خط بھیجا ہے۔ اگر قابلِ اشاعت ہوئی تو ضرور لگے گی۔

فروری کا شمارہ بہت اچھا اور معلومات سے بھرا ہوا تھا۔ مجھے تو سب سے دل چسپ سفر نامہ امریکا لگا اور کہانیوں میں جھوٹ، اہم چیز، عظیم انسان اور پانچواں احمق پسند آ ئیں۔ شین شرارت بس ٹھیک ہی تھا۔ بلاعنوان کہانی زیادہ پسند نہیں آئی۔ بیت بازی اور علم دریچے نہ پا کر اچھا نہیں لگا، لیکن پھر بھی شمارہ نہایت خوب صورت تھا۔ نظمیں ساری خوب تھیں۔

آمنہ نجیب، کراچی

فروری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ شین شرارت کچھ خاص نہیں تھا۔ جھوٹ کہانی پڑھ کر سبق ملا کہ کبھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ نونہال مصور میں تمام تصاویر بہت اچھی تھیں۔ بلاعنوان کہانی بھی بہت اچھی تھی۔ بس اسکیم زیرو زیرو اچھی نہیں تھی۔

فاطمہ توقیر، کراچی

فروری کا شمارہ بہت شان دار تھا، بلکہ ہر شمارہ ہی بہت شان دار اور اچھا ہوتا ہے۔ شین شرارتیں پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ نونہال مصور میں تمام تصویریں بہت اچھی تھیں۔

مصعب عمران، ڈگری

فروری کے شمارے کا سرورق سردیوں کے لحاظ سے بہترین تھا۔ دعائے سعید بہت پسند آئی۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی شین شرارت پڑھ کر خوب مزہ آیا۔ نونہال مصور میں سب سے اچھی مصوری زینب سلیم، میمونہ مرتضٰی اور نہیل خان کی تھی۔ نمبر ون کہانی ''اسکیم زیرو زیرو'' تھی۔

رمشاء معین الدین، کراچی

ماہ فروری کا ہمدرد نونہال پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی سرورق پر ننھے بچے کی تصویر بہت خوب تھی۔ تمام سلسلے اچھے ہیں۔ کیا میں نونہال ادیب میں کہانی بھیج سکتی ہوں؟

سیدہ فاطمہ شعیب، کراچی

بالکل بھیجیں، لیکن نئی اور دل چسپ ہو۔

اس بار کا شمارہ پچھلے شماروں سے زیادہ اچھا تھا۔ جاگو جگاؤ میں اچھا پیغام ہے۔ دعائے سعید اچھی لگی۔ عظیم قائد واقعی بہت عظیم الشان تھے۔ پھول ناراض نہیں ہوں گے، اچھی ہے۔ اسکیم زیرو زیرو، پانچواں احمق اور عظیم انسان اس شمارے کی بہترین کہانیاں تھیں۔ شین شرارت اس بار بھی مزے دار تھا۔ سفر نامۂ امریکا معلوماتی اور دل چسپ ہے۔ کہانیوں میں جھوٹ بھی بہت پسند آ ئیں۔

ماہ نور طاہر، کراچی

نونہال اب اس قدر اچھا ہو چکا ہے کہ اس پر کچھ لکھنا اب بہت مشکل ہو گیا ہے۔ ہر سلسلہ ایک سے بڑھ کر ایک ہوتا

ہے۔فروری کے شمارے کا سرورق بہت ہی اچھا ہے۔ پھر ''میسج آف دی منتھ'' کا درخت اور کتابیں بھی اچھی لگ رہی ہیں۔ آپ اردو میں ''اس مہینے کا پیغام'' لکھا کریں۔ کہانیاں تمام اچھی اور سبق آموز ہیں، لیکن پانچواں احمق، عظیم انسان اور جھوٹ کا جواب نہیں ہے۔ کہانی ''جھوٹ'' کچھ مصنوعی سی لگی۔ کہانی کم زور ہے۔ میری کہانیاں آپ کے پاس ہوں گی اُن پر بھی نظرِ کرم کیجیے۔ نام بوجھیے، معلومات افزا، نونہال ادیب، آدھی ملاقات، نونہال لغت، جاگو جگاؤ اور پہلی بات تو شان دار ہوتے ہی ہیں، لیکن روشن خیال کا جواب نہیں ہے۔

سیدہ ناہید نرگس، کراچی

آپ کی کہانی جتنی جان دار ہوگی، اتنی جلدی لگے گی۔

رسالہ اپنی مثال آپ ہے۔ سبھی سلسلے بہت اچھے ہیں، مگر جاگو جگاؤ میں شہید حکیم محمد سعید کی خوب صورت باتیں بڑی اچھی لگتی ہیں۔ اس کے علاوہ پہلی بات، نظم ''خدا توفیق دے جس کو'' بہت اچھی لگی۔ کہانیوں میں لائق نالائق، آزاد پرندہ، وہ ایک مکان بہت خوب صورت تھیں۔

غلام نبی لغاری، ٹنڈو الہیار

فروری کا شمارہ بہت اچھا تھا تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ جھوٹ، گلہری، عظیم انسان، اہم چیز، پانچواں احمق بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ شین شرارت پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ بلاعنوان کہانی بہت اچھی تھی۔

نرین بانو سلیم الدین عباسی، حیدر آباد

جاگو جگاؤ اور پہلی بات پڑھی اور دونوں کو ہی سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔ سب سے اچھی کہانیاں گربہ کشتن، روزِ اول، وہ ایک مکان اور بلاعنوان کہانی تھی۔ نظمیں سب ہی اچھی تھیں، مگر سب سے اچھی نظم ''ہوگئی بات صاف اچھا ہے'' احمد حاطب صدیقی تھی۔ نیا سال مبارک ہو غلام حسین میمن صاحب کا مضمون اچھا تھا۔ نسرین شاہین صاحبہ کی کمی بہت محسوس ہوئی۔

نام پتا نامعلوم

فروری کا شمارہ بہت بہترین لگا۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات پہلے کی طرح بہتر تھی۔ میں چوں کہ پہلی دفعہ خط لکھ رہی ہوں اس لیے کچھ خاص نہیں ہے۔ پھول ناراض نہیں ہوں گے، پانچواں احمق، عظیم انسان اور بلاعنوان کہانی بہترین تھی اور تمام کہانیاں بہتر تھیں۔ نظموں میں میرے وطن کے بچوں اور یہ جو اپنی گول زمین ہے پسند آئی۔

عبیرہ طیب خان، کراچی

اس مہینے کا ہمدرد نونہال شان دار تھا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات ہمیشہ کی طرح اچھی تھی۔ روشن خیالات واقعی سونے سے لکھنے کے قابل تھے۔ تمام کہانیاں دل چسپ تھیں۔ علم دریچے، شین شرارت اور نونہال خبرنامہ میرے پسندیدہ سلسلے ہیں۔ ان کو پڑھ کر مجھے مزہ آتا ہے۔ اس بار بھی یہ زبردست تھے۔ تمام نظمیں مزے دار تھیں۔ بلاعنوان کہانی پسند آئی۔ نونہال ادیب میں بھی اچھی کہانیاں غرض تمام رسالہ سپر ہٹ تھا۔

آمنہ شیرین چشتی، شیرو جدید

نونہال لغت

خندہ پیشانی	خَ نْ دَ ہ پے شا نِی	ہنس مکھ۔خوش مزاج۔شگفتہ رُو۔
ہمہ تن گوش	ہَ مَہ تَ نْ گو ش	انتہائی توجہ سے سننا گویا پورا جسم کان بن گیا ہے۔
چوکس	چَ وْ کَ س	چوکنا۔خبردار۔تول میں پورا۔ٹھیک۔
کفارہ	کَ فْ فَ ا رَ ہ	کسی خطا یا گناہ کا عوض۔تاوان۔ڈنڈ۔
آبدیدہ	آ بْ دی دَ ہ	جس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوں۔رونے والا۔
راس	رَ ا س	راست کا مخفف۔درست۔صحیح۔مبارک۔دایاں۔
دراندا‌ز	دَ رْ اَ نْ دَ ا ز	دخل انداز۔چغل خور۔بدگو۔دو آدمیوں کو لڑانے والا۔
کٹیا	کُ ٹْ یَا	چھوٹی جھونپڑی۔جھگی۔فقیروں کے رہنے کی جگہ۔
لجاجت	لَ جا جَ ت	خوشامد۔منت۔عاجزی۔
صلیب	صَ لِی ب	سولی۔دار۔عیسائیوں کا امتیازی نشان۔
ہم آہنگ	ہَ مْ آ ہَ نْ گ	ساتھی۔متفق الرائے۔سُر یا راگ میں شریک۔
وقعت	وَ قْ عَ ت	عزت۔اعتبار۔ساکھ۔
مصلحت	مَ صْ لَ حَ ت	نیک صلاح۔اچھا مشورہ۔مناسب تجویز۔حکمت۔
مشیر	مُ شِی ر	مشورہ دینے والا۔صلاح کار۔تدبیر بتانے والا۔
مرتکب	مُ رْ تَ کِ ب	کسی فعل کا کرنے والا۔مجرم۔قصوروار۔
تعطل	تَ عَ طْ طُ ل	بے کار رہنا۔التوا۔بیکاری۔
طرز	طَ رْ ز	انداز۔ڈھنگ۔روش۔طور طریقہ۔وضع۔
پیشوا	پے شْ وَ ا	امام۔سردار۔مقتدا۔حاکمِ اعلا۔مرہٹوں کا وزیر۔